شاہنامہ اسلام جدید

از

عامر عثمانی

ناشر مکتبہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور

(یو۔پی)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ

اِنتساب

اُس بدنصیب قوم کے نام

جو

انتہائی بلندی سے انتہائی پستی

میں گر گئی

بدرگاہِ خداوند جل جلالہٗ وعم نوالہٗ

یہ جانتا ہوں کہ کچھ نہیں ہی متاعِ علم و کمال میری

مگر یہ ہے تیری دسترس میں خزف کو موتی کا رنگ دیدے

عروج آئے وہ پستیوں پر بلندیاں بھی عرق عرق ہوں

خزاں کی ویران وسعتوں کو بہار کا جلترنگ دیدے

بحضورِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ جانتا ہوں بشر ہو خدا نہیں ہو تم

بشر ہزار بڑا ہو خدا نہیں ہوتا

مگر خدا جو بقیدِ نظر بھی ہو سکتا

خدا گواہ تمہارے سوا نہیں ہوتا

فہرست عنوانات شاہنامۂ اسلام (جدید) حصّہ اوّل

عرضِ حال

شاہنامے کی جلد اول آپ کے سامنے ہے۔ اس کے مطالعہ سے پہلے ضروری ہے کہ چند اہم توضیحات میں آپ کے سامنے پیش کر دوں تاکہ میری ذات اور میری اس پیشکش کے بارے میں آپ کسی طرح کی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

حضرت حفیظ جالندھری کا شاہنامہ ملک کے گوشہ گوشہ میں شہرت پا چکا ہے۔ اس شہرتِ عامہ کے تاثر سے یقیناً میرا یہ شاہنامہ دیکھنے والے حضرات کئی طرح کی خیال آرائی کریں گے۔

بعض سوچیں گے کہ نئے شاہنامے کے مصنف نے حفیظ کے شاہنامے کی شہرت و مقبولیت سے اپنی ناموری اور شہرت کی راہ نکالی ہے۔

بعض خیال کریں گے کہ عامر ایسا ہی کوئی چور ہے جیسے کہ تقسیم ہند کے بعد ہند و پاک ہر دو ملکوں میں "کتاب چور" تاجر اور پبلشرز پیدا ہو گئے ہیں۔

بعض حفیظ کی عظمت و شہرت کے مقابلہ میں میری گم نامی و ناکسی پر تحقیر آمیز تبسم فرمائیں گے۔

اسی طرح مجھے اندازہ ہے کہ اکثر و بیشتر پڑھنے والے میری حقیر پیش کش کے بارے میں مطالعہ سے پہلے ہی حقارت آمیز رائے قائم کر لیں گے۔ اور مطالعہ کی نوبت آئے گی تو میری کاوش و کاہش کے متعلق ان کی رائے غیر جانب دارانہ اور بے لاگ نہ ہو گی۔

ایسی حالت میں میرا فرض ہے کہ آپ کو اپنے خیالات و واقعات سے باخبر کر دوں۔ تاکہ صحیح رائے قائم کرنے میں آپ کو مدد مل سکے۔

حفیظ جالندھری نے اردو میں شاہنامہ اسلام لکھ کر جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے اسکی منزلت سے کوئی ہوش مند انکار نہیں کر سکتا۔ فردوسی کے بعد حفیظ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے "شاہنامے" کا عنوان دُہرایا۔ نام کی حد تک بے شک وہ موجد نہیں۔ بلکہ فردوسی کے پیرو ہیں لیکن موضوع اور مقصد اور اسلوب و انداز کے اعتبار سے وہ پیرو نہیں۔ بلکہ پیش رو ہیں۔ اردو کو ان کے شاعرانہ حسن نے شاہنامے کی شکل میں ایک عظیم نعمت دی ہے۔ ان کا اندازِ بیان بے حد دل کش اور مؤثر ہے۔ ان کے اثر و گداز میں ڈوبے ہوئے اشعار، ان کا ملکۂ واقعہ نگاری ان کی منظر کشی اور طرزِ ادا کا زیر و بم ہر طرح قابلِ تعریف ہے۔

مجھ جیسا کوئی بھی ناکس یہ وہم نہیں کر سکتا کہ وہ حفیظ کے شاہنامے جیسی کوئی چیز پیش کرنے کا اہل ہو سکتا ہے۔ بلکہ کسی بھی بڑے سے بڑے اردو شاعر کے لئے اب یہ ممکن نہیں کہ حفیظ اپنے شاہنامے کی بنیاد پر جو مقام حاصل کر چکے ہیں۔ اس سے آگے یا اس تک پہنچ سکے۔ دنیائے اردو میں شاہنامے

کے لئے حفیظ "الفضلُ للمتقدم" کا تمغہ پا چکے۔ یہ تمغہ ایک ہی بار ایک ہی خوش قسمت کو ملتا ہے۔
ایسی حالت میں کسی طرح کے تقابل وتماثل کا سوال تو پیدا ہی نہیں ہوتا۔ البتہ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ مجھے شاہنامہ شروع کرنے کی جرات کیوں اور کیسی ہوئی؟

سب جانتے ہیں کہ حفیظ کے شاہنامے کی تمام جلدیں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ سے متعلق ہیں۔ غالباً حفیظ صاحب کا مقصد اول ہی سے صرف آنحضور صلعم ہی کی زندگی تک کے واقعات کو جامعۂ شعر پہنانا ہے۔ اور اگر نہ بھی ہو۔ یعنی ان کے پیش نظر آنحضور کے بعد کی تاریخ بھی لکھنی ہو تب بھی جس تفصیل وتشریح سے وہ لکھ رہے ہیں اور عمر کی جس منزل میں وہ پہنچ چکے ہیں، اس کے اعتبار سے یقین کیا جاسکتا ہے کہ آں حضور کی حیاتِ مبارکہ سے آگے نہ جاسکیں گے۔

میرے دل میں عرصہ سے یہ ارمان پرورش پا رہا تھا کہ کاش مجھے یا کسی اور کو خلافتِ راشدہ کی زرنگار تاریخ زبانِ شعر میں حفیظ ہی کی طرح دُہرانے کا موقع ملے ـــــ حفیظ کی طرح اس لئے کہ جو بحر اُن کے شاہنامے کی ہے وہ تاریخِ منظوم کے لئے بہت موزوں ہے۔ اور منظوم تاریخ نگاری کا دینی فائدہ جبھی حاصل ہوسکتا ہے کہ شاعر واقعات کی رو میں اسلامی احساسات کے لطیف گوشوں اور سوز وگداز کو اسی طرح ملحوظ رکھے جس طرح حفیظ نے رکھا ہے۔ فنِ تاریخ کی "خشکی" جب تک شعریت کے موجۂ کوثر سے نہ زائل کی جائے۔ مذہبی جذبات کی شادابی وبیداری ممکن نہیں۔

یہ ارمان مدتوں پرورش پاتا رہا۔ اپنے میں نہ اس کارِ اہم کی اہلیت تھی نہ ایسے حالات تھے

کہ یہ مسلسل و مرتب کام شروع کیا جا سکے۔

ہوتے ہوتے تقسیم ہند کا دور آیا۔ دونوں ملکوں میں سخت ترین حالات پیدا ہوئے۔ زمانہ کچھ سے کچھ ہوگیا۔ ماحول اور حالات کو دیکھ کر ارادہ کیا کہ ایک مذہبی رسالہ جاری کیا جائے۔ برادرانِ اسلام کو احساس دلایا جائے کہ ہنگامی حالات کے طوفان میں ہاتھ پیر توڑ کر مایوس ہو بیٹھنا اسلام کا حکم نہیں۔ بلکہ زمانے سے لڑنا، مردانہ وار ٹکرانا، خدا کی رحمت سے امیدوار رہنا، اور اپنی سی جدوجہد کرنا اسلام کا حکم ہے۔

دوستوں نے کہا کہ مذہبی رسالے پہلے ہی چلنے مشکل تھے۔ اب تبدیل شدہ حالات اور مایوس کن فضا میں کیا چلیں گے۔ پھر وہ مذہب جسے تو مذہب کہتا ہے ــــ یعنی ساڑھے تیرہ سو سال پہلا خالص بے میل اسلام تو اس کا نام لینے والے تو ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت میں اچھوت اور بے دین اور وہابی سمجھے جاتے ہیں۔ نہ تیرے پاس سرمایہ ہے۔ نہ کافی ذرائع ہیں۔ بہت مسلمان پاکستان چلے گئے۔ یہاں جو ہیں وہ غیر مطمئن سراسیمہ اور متزلزل ہیں۔ مذہبی رسالہ کون خریدے گا۔

دوستوں کی ہمت شکن باتیں سُنکر مجھے دل برداشتہ ہو جانا چاہئے تھا خصوصاً اپنی بے زری اور دائم المریضی کو دیکھتے ہوئے۔ لیکن ایک شعلہ تھا جو دل میں بھڑکتا ہی رہا۔ ایک آندھی تھی جو چلتی ہی رہی۔ طوفان کی پرواکئے بغیر میں نے کشتی پانی میں ڈالدی "تجلی" نکال دیا۔ اب بعض کرم فرماؤں کا ارشاد یہ ہوا کہ دیوانے! اگر تو اپنا لہو پلا کر رسالہ کو زندہ بھی رکھ سکا تو اس سے کون سی خاص مذہبی

منفعت ہوگی۔ چند سو یا چند ہزار مسلمانوں تک تیری آواز پہنچ بھی گئی ہمہ گیر بحران و مایوسی پر اس کا کیا اثر پڑ سکے گا۔ گمراہی و بدعقیدگی کی آہنی دیواروں کو تو کہاں کہاں ڈھا سکے گا۔

اعتراض معقول تھا منطق اور حقائق قدم قدم پر میرے مخالف تھے —

لیکن میں نے جواب دیا کہ جو کچھ بھی ہو میرے خدا نے مجھے جتنی ہمت جتنی عقل جتنی صلاحیت عطا کی ہے مجھ پر فقط اتنی ہی ذمہ داری ہے۔ میرے بس میں اگر مکمل اصلاح وسیع انقلاب اور عظیم تعمیر و تبلیغ نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ہاتھ پیر توڑ کر مایوس ہو بیٹھوں۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ میرا خدا مجھ سے یہ نہیں پوچھے گا کہ دنیا بھر میں تو نے اسلامی انقلاب برپا کیوں نہیں کیا؟ کروڑوں سینوں سے جہل و طغیانی کی سیاہی کیوں نہیں دھوئی؟ بلکہ وہ پوچھے گا کہ تجھے ہم نے جتنی طاقت جتنی صلاحیت بخشی تھی تو نے اسے ہمارے دین کی خاطر استعمال کیا یا نہیں۔ تو نے اپنی وسعت کے مطابق جد و جہد کی یا نہیں؟؟

یہی سیدھا سادا فلسفہ ہے جو انسان پر عمل کی راہ کھولتا ہے۔ ورنہ اگر ہر معمار یہ سوچ لے کہ یا تو تنہا پورا محل بنا کر چھوڑے گا ورنہ ایک اینٹ بھی نہیں رکھے گا تو کوئی عمارت نہ بن سکے اور دنیا ویران ہو جائے۔

"تجلی" نکلا اور اس کے ساتھ ساتھ وہی دیرینہ ارمان جو سوزِ مستقل بن کر سینے میں زندہ تھا اُبھرا۔ اپنی بے علمی، بے مائگی اور بے کسی کے احساس اور حفیظ کے شاہنامے کی عظمت و منزلت کے

اعتراف کے باوجود میں نے بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا کہہ کر شاہنامے کا آغاز کر دیا۔

بادی النظر میں یہ کوئی اہم اقدام نہ تھا۔ نہ اس کے لئے کسی فخر کی گنجائش ہے۔ مگر جو لوگ شعر و سخن کے نقّاد ہیں اور شاہنامے جیسے کارِ اہم کی ذمہ داری کا ہر پہلو سے علم رکھتے ہیں وہ اس اقدام کی "مردافگن اہمیت" سے قطع نظر نہ کر سکیں گے۔

شُکر ہے معبودِ حقیقی کا کہ تجلی کی ہر اشاعت میرے جذبۂ شوق کے لئے تحریکِ تازہ بنتی رہی۔ اور دو ڈھائی سال میں صرف ایک دو ناغوں کے ساتھ یہ سلسلہ رسالہ میں جاری رہا۔ اور اب کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

میری اپنی آرزو اور امنگ کا جہاں تک تعلق ہے تو سچ پوچھئے شاہناموں کو دنیا کے بہترین کاغذ پر سب سے اعلیٰ پریس میں سونے کے حرفوں سے چھپنا چاہیئے۔ اس لئے نہیں کہ وہ حفیظ کے یا میرے شاہ کار ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ ان میں دنیا کی سب سے عظیم قوم کے سب سے عجیب آغاز کی سب سے زیادہ قابلِ اعتماد داستانیں سب سے زیادہ سچائی کے ساتھ زبانِ شعر میں بیان کی گئی ہیں۔

بیچارہ ادارۂ تجلّی میری آرزو کا ہم سفر تو کہاں ہوتا تاہم اپنی تہی دامنی اور حالات کی مساعدت کی حد تک وہ شاہنامے کی طباعت میں بخل نہیں برتے گا۔ اور انشاء اللہ العزیز اگر احقر زندہ رہا اور اربابِ نظر نے ہمّت افزائی کی تو خلافتِ راشدہ کی عظیم الشان ایمان افروز اور سبق آموز تاریخ اسی

طرح پیمانۂ شعر میں ڈھالی جاتی رہے گی۔

عام طریقہ ہے کہ مصنفین کتابوں کے آغاز میں مشہور لوگوں کے مقدمے اور پیش لفظ چھاپتے ہیں۔ خصوصًا نئے مصنّف ــــ میرے دوستوں نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ چند بڑے لوگوں سے کچھ لکھواؤں ــــ اور علامہ شبیر احمدؒ کے برادر زادے کی حیثیت کے علاوہ خود اپنے مراسم کے ذریعہ بھی میرے لئے یہ کچھ مشکل نہ تھا۔ لیکن پہلی اشاعت پر میں نے اسے مناسب نہیں سمجھا۔ بلکہ یہ زیادہ مناسب سمجھا کہ خود اپنے قلم سے ضروری باتیں واضح کر دوں۔ چنانچہ یہ معروضات آپکی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ اور اب آپ کو اختیار ہے کہ جو چاہے رائے قایم کریں۔

اگر اہلِ علم ازراہِ علم دوستی میری کسی خامی سے مطلع فرمائیں گے یا کوئی اچھا مشورہ دینگے تو میں ان کا ممنونِ احسان ہوں گا ــــ آخر میں تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ عرض کئے بغیر نہ رہوں گا کہ وہ تجلّی جو سخت نامساعد حالات میں نکلا تھا اور جو شاہنامے کی تالیف کا بنیادی پتھر ہے خدا کے فضل و کرم سے بخیر و خوبی زندہ ہے۔ نہ صرف زندہ بلکہ اپنی امتیازی خصوصیات اور بے لاگ خدمات کے باعث ایک علم دوست وقیع حلقے میں اچھا مقام رکھتا ہے ــــ تجلّی کے بارے میں زیادہ کہنا بےمحل پروپیگنڈہ سمجھا جائیگا۔ جنھوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ اسکی حقیقت سے واقف ہیں اور جنھوں نے نہیں پڑھا وہ خود پڑھ کر صحیح فیصلہ کر سکتے ہیں۔ یہ جو کچھ کہا گیا وہ ہرگز ہرگز کسی جذبۂ فخر و مباہات کے تحت نہیں بلکہ اَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی تعمیل میں حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ وَ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عاجز و عاصی عامر عثمانی

عرضِ ناشر

ہزار ہزار شکر ہے اُس خدائے بخشندہ کا جسکے فیضِ رحمت سے ہمیں شاہنامۂ اسلام جیسی پاکیزہ و مبارک کتاب چھاپنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اگر برادرانِ اسلام نے اس کی مناسب قدر کر کے ہماری ہمت بڑھائی تو انشاء اللہ العزیز ہم جلد حصہ دوم شائع کر سکیں گے۔

خاکسار ناشر نے حضرت عامر عثمانی کی دو ایسی نظمیں جن کا براہ راست کوئی تعلق شاہنامے سے نہیں اپنے شوق اور مرضی سے کتاب میں شامل کر دی ہیں۔ "نالۂ نیم شبی" اور "فریاد" یقین ہے کہ قارئینِ کرام ان کو پڑھ کر اور ان کے گہرے سوز و گداز کا لطف اٹھا کر اس اضافہ کو قابلِ معافی سمجھیں گے۔

جدید شاہنامے کا یہ سلسلہ اگر آپ کے نزدیک دین و ملت کے لئے مفید ہو اور اس کو جاری رکھنا پسند فرمائیں تو اپنے حلقۂ عمل میں اس کی اشاعت کی زیادہ سے زیادہ کوشش کیجئے

خادم
مہتمم مکتبۂ تجلّی
دیوبند (یو۔پی)

نالۂ نیم شبی

تجھ سے فریاد ہے اے گنبدِ خضرا کے مکیں
کچھ تجھے اپنے گداؤں کی خبر ہے کہ نہیں

تو نے بخشی تھی جنھیں دولتِ دین و دنیا
آج اُن سوختہ بختوں میں نہ دنیا ہے نہ دیں

بے حسی، بے خبری، بے عملی طاری ہے،
تنِ عبرت کے مساموں سے لہو جاری ہے،

عقل کی مکر نے ڈالا ہے دماغوں میں فتور
کہیں تہذیب کا غرّہ کہیں دولت کا غرور

ہمتیں پست، عزائم لبِ جاں دل ماؤف
نہ اخوّت نہ حمیّت نہ سلیقہ نہ شعور

جسم و جاں روح و نظر پنجۂ افلاس میں ہیں

جرأتیں سجدہ کناں بارگہِ یاس میں ہیں

مقصدِ زیست یہ ہے راحتِ دنیا ملجائے
مئے عشرت سے چھلکتی ہوئی مینا ملجائے

عظمتیں دین کی بکتی ہیں بلا سے بک جائیں
جیبِ لالچ کو چمکتا ہوا سکّا مل جائے

ذہن مفلوج ہیں باطل کی فسوں کاری سے

سیکڑوں جُرم جنم لیتے ہیں ناداری سے

تھے تو پہلے بھی ترے دَور میں لاکھوں نادار
بے زر و بیکس و مجبور مصائب کے شکار

تو نے خود نامِ خدا پیٹ پہ پتّھر باندھے
تیرے اصحاب کے فاقوں کا نہیں کوئی شمار

پھر بھی کیا بات تھی ان سوختہ سامانوں کی

کوئی خو بو ہی نہیں آج کے انسانوں کی

جرمِ ایمان و صداقت میں ستم سہتے تھے　　تیسرے وقت کے فاقے ہیں غنی رہتے تھے

ہدفِ وہم و گماں ہو نہ سکا ان کا یقیں　　جان جائے کہ رہے کلمۂ حق کہتے تھے

اپنے جذبات پہ کامل تھی حکومت انکی

خواہشیں نفس کی کرتی تھیں اطاعت انکی

صبر کے شکر کے تسلیم و رضا کے بندے　　مہر و اخلاص کے ایثار و وفا کے بندے

صفتِ کوہِ گراں حق کی اطاعت پہ اٹل　　صرف منہ سے ہی نہیں دل سے خدا کے بندے

ان کے فاقوں سے تہلکہ تھا شکم سیروں میں

غلغلہ ان کی حکایات کا تھا غیروں میں

حق و انصاف کے بے لوث پرستار تھے وہ　　امن کی ڈھال تھے میدان کی تلوار تھے وہ

عمرؓ و عامرؓ و سلمانؓ و علیؓ و عثمانؓ　　بوذرؓ و بوبکرؓ و خالدؓ و ضرارؓ تھے وہ

کسی تشریح کی حاجت نہیں اِن ناموں کو
ان کی توصیف کا مقدور نہیں خاموں کو

لوحِ تاریخ پہ کندہ ہیں فسانے ان کے
ساری کونین میں گونجے ہیں ترانے ان کے

ان کے اعمال کی ہر فرد پہ ہے مُہرِ دوام
مرتبے خیر سے اغیار نے مانے ان کے

جمع تھی ان میں فقیری بھی شہنشاہی بھی
صبرِ ایوب بھی اعجازِ یَدُ اللّٰھی بھی

آج کیا بات ہے اے صاحبِ لولاک بتا
پڑگئی گلشنِ اسلام پہ کیوں خاک بتا

کس نہاں خانے میں گم ہے کششِ حُسنِ ازل
کیا ہوا عشق کا پہلا سا وہ ادراک بتا

کیوں نہیں تیرے غلاموں کو عمل کی توفیق
کیا ہوئے ملّتِ بیضا کی تیمی کے رفیق

تزکیہ آج بھی ممکن ہے اگر تو چاہے　　رُخ بدل دے یہ حالات جدھر تو چاہے

رد نہ کر پائے گا اللہ سفارش تیری　　شب نہ رہ پائیگی جس شب کی سحر تو چاہے

نام لیواؤں کی خالق سے کفالت فرما

ہم بھکاری ہیں ہمیں بھیک عنایت فرما

یہ بھی منظور خدا دولتِ دنیا بھی نہ دے　　شوکتِ قیصر و دارائیِ کسریٰ بھی نہ دے

ہو فقط پیروی دین کی توفیق عطا　　سطوتِ رستم و اسکندر و دارا بھی نہ دے

مفلسی داغ نہیں دامن ایماں کے لئے

دولتِ دین ہی سب کچھ ہے مسلماں کے لئے
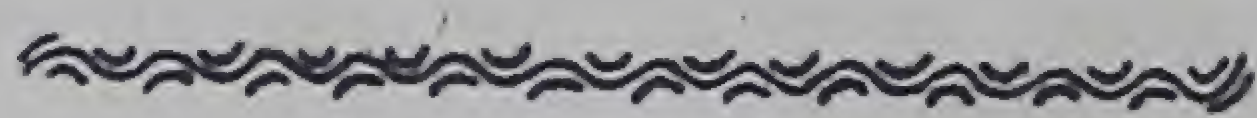
فریاد

اے ماہِ عرب اے نورِ عجم اے ختم رسل اے شاہِ اُمم
پامال و پریشاں امت پر کب ہو گی نگاہِ لطف و کرم

اس تیرے تغافل کے صدقے لائق تو نہیں انعام کے ہم
اتنا ہی مگر احسان سہی رہ جائے سیہ بختی کا بھرم

اے مخزنِ رحمت ابرِ کرم اے نورِ مجسم حسنِ اتم
ادنیٰ سا تصرف کافی ہے پھر کیسی فغاں پھر کس کا الم

مایوس نگاہوں سے کبتک یہ منظرِ عبرت دیکھیں ہم

اِک دَیر نیا تعمیر ہوا اِک ٹوٹ گئی دیوارِ حرم

طوفاں ہیں کہ ٹوٹے پڑتے ہیں کشتی ہے کہ ڈوبی جاتی ہے

محرومِ عمل ملّاحوں میں طاقت ہے نہ بل ہمت ہے نہ دم

ہیں خوف کی شدت سے لرزاں مشہور تھی جنکی بے خوفی

ہیں پست و ذلیل و خوار و زبوں مشہور تھا جن کا جاہ و حشم

جن پاک سروں کی عظمت سے اعزاز ملا سرداری کو

اِک لذتِ فانی کی خاطر وہ سر ہیں درِ اغیار پہ خم

معمار تھے جو مستقبل کے روتے ہیں گذشتہ عظمت کو

بیباک تھی جن کی بت شکنی ہنستے ہیں انھیں پتھر کے صنم

جو مال و متاعِ دنیا کو تحقیر سے دیکھا کرتے تھے

اُن شیر دلوں کی اولادیں ہیں عاشقِ حسنِ دام و درم

دل ہو بھی چکا ٹکڑے ٹکڑے حد ہو بھی چکی بربادی کی

کمزور کہاں تک جھیلیں گے اپنوں کی جفا غیروں کے ستم

بس ایک اشارہ نازک سا بس ایک توجہ ہلکی سی

پھر تیری نظر کے مستوں کو کس چیز کا ڈر کس بات کا غم

اے نجمِ سحر! ہے عاؔمر بھی شیدائے جمالِ نادیدہ

شاید کہ تجھے رحم آجائے فریاد ہے لب پر آنکھ ہے نم
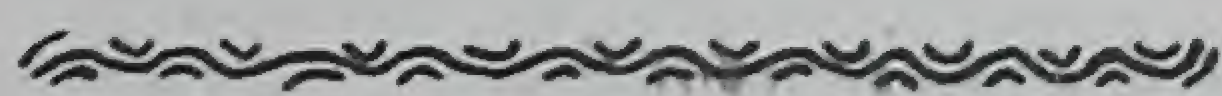
۷۸۶

آغاز

تعالی اللہ کیسی رات ہے کتنا اندھیرا ہے
زمانے بھر کو ہیبتناک تاریکی نے گھیرا ہے

سیہ گھنگور بادل چھاگئے ہیں بزم ہستی پر
ردائے تیرگی پھیلی ہے انسانوں کی بستی پر

بڑی پر ہول گہری ظلمتوں میں گم ہیں نظارے
بساطِ چرخ پر روشن ثوابت ہیں نہ سیّارے

سیاہی ایک بحرِ بیکراں معلوم ہوتی ہے
فضا سر تا قدم یکسر دھواں معلوم ہوتی ہے

اُجالے سو گئے ہیں وقت کی آرامگاہوں میں
ہزاروں قافلے بھٹکے ہوئے پھرتے ہیں راہوں میں

اسیرِ خوابِ غفلت ہیں جنھیں شمعیں جلانی تھیں
ہدف ہیں بے نگاہی کا جنھیں راہیں دکھانی تھیں

ف ۱ ابتدائے کلام کے یہ تأثرات محض شاعری نہیں۔ بلکہ حقیقتاً شاہنامے کی تالیف میں ان کی حیثیت سنگِ بنیاد کی ہے ۱۲ —

کہیں دیپک اگر بھولے سے کوئی ٹمٹماتا ہے
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

مری دیوانگی دیکھو کہ اس بے پایاں ظلمت میں
ہلاکت خیز و ہمت آزما صحرائے وحشت میں

بنامِ ربِّ کعبہ ایک مشعل لے کے نکلا ہوں
بہت چھوٹی سی شمعِ نامکمل لے کے نکلا ہوں

بہت دھیمی بہت نازک بہت کمتاب مشعل ہے
مفصّل ظلمتوں کی وسعتوں میں نورِ مجمل ہے

نہ اسمیں اتنی تابش ہے کہ راہیں جگمگا اُٹھیں
نہ یہ اتنی منوّر ہے کہ جلوے مُسکرا اُٹھیں

نہ بَل بُوتا ہے اسمیں آندھیوں کی چوٹ سہنے کا
نہ دم ہی اسمیں طوفانوں میں جلوہ بار رہنے کا

مگر اس سے کوئی اِک راہ رَو بھی راہ پا جائے
تو شاید عرصۂ محشر میں میرے کام آجائے

مقلّد ہوں حفیظِ خوش بیاں کے شاہنامے کا
بہت نازک مراحل ہیں قدم رُکتا ہی خامے کا

کہاں وہ بے بدل فنکار سوز و ساز کا ماہر
کہاں یہ ناکس و بے مایہ بے علم و ہنر عامر

کہاں وہ غزوۂ بدر و اُحد بے مثل و بے ہمتا
کہاں افسانہ پس ماندہ غلامانِ محمدؐ کا

مگر پھر بھی نہ جانے کیوں زباں بیتاب ہے میری
جنوں بیدار ہی میر افغاں بیتاب ہے میری

نہ زعمِ علم و دانائی نہ دعوائے سخن مجھ کو
اُبھارے جا رہی ہے ایک پوشیدہ لگن مجھ کو

لگن جو دھیرے دھیرے آگ بن کر دل میں جلتی ہے
لگن جو چپکے چپکے روح کا دامن مسلتی ہے

لگن جو چٹکیاں لیتی ہے صبح و شام سینے میں
لگن جو خون کھولاتی ہے دل کی آبگینے میں

لگن جو پھانس بن بنکر کھٹکتی ہے رگ و پے میں
لگن جو گونجتی ہے بے صدا فریاد کی لے میں

لگن جو جھانکتی ہے غرفۂ بامِ محبت سے
لگن جو کھیلتی ہے جلوۂ حسنِ حقیقت سے

لگن، اک سوزِ باطن، جذبِ پنہاں، رنگِ نادیدہ
لگن، اک نغمۂ بے ساز و لعلِ ناتراشیدہ

لگن جسکا بیاں الفاظ کی قدرت سی باہر ہے
لگن جسکی حقیقت نطق وگویائی سے برتر ہے

تصور میں ہیں میرے چند عبرتناک افسانے
بہت نادر بہت کمیاب سچّے پاک افسانے

وہ افسانے غلافِ کعبۂ دل جن کا دامن ہے
بڑائی جنکی ثابت ہے صداقت جنکی روشن ہے

وہ افسانے درِ معراجِ آدم باز ہے جن پر
جمالِ شاہدِ انسانیت کو ناز ہے جن پر

وہ افسانے جو طوفاں بھی ہیں بادِ صبحگاہی بھی
منوّر جن کے پرتو سی فقیری بھی ہی شاہی بھی

وہ افسانے لبِ تاریخ جن کو پیار کرتا ہے
رخِ ایمان و اخلاص و یقیں جن سے نکھرتا ہے

وہ افسانے جو دینِ حق کا معیارِ مکمل ہیں
کسی آندھی سی جو گُل ہو نہیں سکتی وہ مشعل ہیں

وہ افسانے جو فطرت کی انگوٹھی کا نگینہ ہیں
جو قصرِ زندگی کی آخری منزل کا زینہ ہیں

وہ انمٹ، جاوداں، محکم، نڈر، بیباک افسانے

مقدس، محترم، لاریب حیرتناک افسانے

آستانۂ رسولؐ پر

شہِ کون و مکاں میں در پہ سائل بنکے آیا ہوں
گدائے بینوا ہوں آنسوؤں کی نذر لایا ہوں

مرا افسانۂ ہستی تجھے معلوم تو ہوگا
مری ناگفتنی حالت پہ تو مغموم تو ہوگا

تجھے یہ بھی خبر ہوگی کہ میری آرزو کیا ہے
مری حسرت، مری پیہم تلاش و جستجو کیا ہے

یہ سوچا تھا کہ میں تاریخ کے اوراق دُہراؤں
دلِ احساس میں گھر کرنیوالے زمزمے گاؤں

ضرورت ہے تری امت کو اصلاحی ترانوں کی
بطرزِ دلنشیں اسلاف کی روشن فسانوں کی

کتابِ خطبۂ و تبلیغ کا اِک باب یہ بھی ہے
ہدایت کیلئے منجملۂ اسباب یہ بھی ہے

لہ جیسا کہ "عرضِ حال" میں ذکر کیا گیا۔ شاہنامے کا سلسلہ "تجلی" میں جاری کیا گیا۔ اور ذیل کے اشعار میں اس اعلان کیطرف اشارہ ہے جو تجلی میں شاہنامے کی بابت کیا گیا تھا ۱۲۔

اِسی نیت سے عزمِ لب کشائی کر لیا میں نے
بہت کارِ عظیم الشان اپنے سر لیا میں نے

ہزاروں اہلِ دل مشتاق ہیں میری ترانوں کے
زبانِ شعر میں عہدِ سلف کی داستانوں کے

ہزاروں منتظر آنکھیں اُٹھی ہیں بہرِ نظّارہ
ہزاروں دل بنے ہیں شوق و بیتابی کا گہوارہ

کہیں اہلِ نظر میں ذکر ہے میری جسارت کا
کہیں چرچا ہے میرے شاعرانہ عزم و ہمت کا

مگر میں ہوں کہ اپنی "جرأتِ بیجا" پہ حیراں ہوں
دماغ و روح و دل کی بیحضوری سے پریشاں ہوں

ابھی آغاز بھی کرنے نہ پایا شاہنامے کا
خیالِ کمتری سے گھٹ گیا دم میرے خامے کا

عیاں ہونیکو ہے میری تہی دستی زمانے پر
لرزتا کانپتا آیا ہوں تیرے آستانے پر

مدد! اے کمتروں پر چشمِ رحمت ڈالنے والے
مدد! اے بینواؤں کے تہی دستوں کے رکھوالے

مدد! اے بخشش و انعام کے دریائے بے ساحل
مدد! اے جادۂ انسانیت کے رہبرِ کامل

مدد اے مشرقِ علم و ادب اے مطلعِ قرآں
امینِ رازِ ہستی رازدارِ گردشِ دوراں

مدد اے جانِ عالم، روحِ عالم، مرکزِ عالم
مدد اے فخرِ آدم، ابنِ آدم، سرورِ آدم

مدد اے شاہدِ معصوم اے اللہ کے پیارے
حلیمہ کے دلارے آمنہ کی آنکھ کے تارے

مدد اے عنبریں، مشکیں، معطر گیسوؤں والے
فرازِ عرش سے ضو دینے والے چاند کے ہالے

مدد اے حسنِ یثرب، نورِ کعبہ، رونقِ بطحا
کمالِ شانِ قدرت، شاہکارِ خالقِ یکتا

مدد اے جانِ رفعت، کانِ عظمت، مخزنِ حکمت
سراپا لطف، سرتاپا عنایت سربسر رحمت

مدد اے صدرِ بزمِ آگہی، اے نورِ یزدانی
نہ آیا ہے نہ آئے گا زمانے میں ترا ثانی

مدد اے باعثِ تخلیقِ عالم مبدءِ ہستی
نہ تو ہوتا تو اے نجمِ سحر بستی نہ یہ بستی

مدد اے منزلِ نور و ضیا، اے نیرِ تاباں
بہت معصوم، سادہ، پاک، سچے، بے بدل انساں

مدد اے وہ کہ تو کونین میں بے مثل و یکتا ہے
تری تخلیق پر تیرا خدا بھی ناز کرتا ہے

مدد! اے وہ کہ تو نے بزمِ عالم میں تنِ تنہا
نڈر، مغرور، ضدی، خود نگر باطل کو للکارا

مدد! اے وہ کہ فاقے کر کے تو نے خندقیں کھودیں
ردائے زندگی کی منجمد تاریکیاں دھودیں

ترے صدقے! اگر تیرا کرم تکلیف فرمائے
تو مجھ جیسے تہی دستوں کا بیڑا پار ہو جائے

بہت مشکل بہت نازک ارادہ کر کے بیٹھا ہوں
کٹھن، دشوار، اونچے کام کا دم بھر کے بیٹھا ہوں

نحیف و زار ہوں، بے بال و پر ہوں، بینوا ہوں میں
شکستہ ہے مرا ہر تار، سازِ بے صدا ہوں میں

نہ کافی علم و فن میرا نہ کامل آگہی میری
عیاں ہر موئے تن سے ناصبوری، بیکسی میری

بصیرت مضمحل، ہمت شکستہ، عقل پژمردہ
تخیّل کُند، آنکھیں بے بصر، روحِ عمل مُردہ

صحت مجروح، اعضا بے سکت، قوت خزاں دیدہ
گناہوں سے شغف، دل غرقِ عصیاں روح خوابیدہ

نہ مجھ کو جرأتِ تنقید تاریخی حقائق پر
نہ میری عقل حاوی بزمِ فطرت کی دقائق پر

خدا شاہد ہے میں رسمی کسرِ نفسی نہیں کرتا
حقیقت کے بیاں میں رنگِ لفاظی نہیں بھرتا

مجھے احساس ہے اپنی کمی کا خامکاری کا
خطا کا، بیکسی کا ضعف کا، غفلت شعاری کا

ترے فیضانِ بیحد کا تصرّف چاہتا ہوں میں
توجہ، اعتنا، چشمِ تلطّف چاہتا ہوں میں

زباں کو میری وہ اعجازِ گویائی عطا کر دے
کہ میرا نطق حشرِ جوشِ ایمانی بپا کر دے

مرے الفاظ نعرے بنکے سینوں میں اُتر جائیں
مرے تیور، افسردہ، مضمحل روحوں کو گرمائیں

مرے اشعار باطل کے لئے تلوار ہو جائیں
غرورِ سطوتِ شیطاں پہ کاری وار ہو جائیں

بیاں میرا امانتدار ہو حق و صداقت کا
قلم میرا عَلَم بردار ہو دین و دیانت کا

مری فردِ سخن پر مہر ہو ایمانداری کی
تری سرکار میں نوبت نہ آئے شرمساری کی

اگر آقا! ذرا بھی ڈگمگائے گا قلم میرا
ہٹے گا شاہراہِ دین و دانش سے قدم میرا

تو میں کس منہ سے تیری سامنے آؤنگا محشر میں

شفاعت کا بہانہ کسطرح پاؤنگا محشر میں

بڑی مشکل یہ ہے جب لب پہ تیرا ذکر آتا ہے
دماغ و دلمیں اِک خوابیدہ محشر جاگ جاتا ہے

اُبل پڑتے ہیں سوتے بیکراں جذبِ محبت کے
اُبھر آتے ہیں خاکے تیری صورت تیری سیرت کے

کبھی جی چاہتا ہے تیری معصومی کے گُن گالوں
کبھی جی چاہتا ہے سادگی کا ذکر کر ڈالوں

کبھی کہتا ہے دل زہد و ورع سے ابتدا کرلوں
کبھی کہتا ہے دل دریا دلی کا تذکرہ کرلوں

کبھی ذکرِ جمالِ دل نشیں پر جی مچلتا ہے
کبھی عہدِ رسالت شوق کی سانچے میں ڈھلتا ہے

کبھی ایامِ ہجرت کے مصائب یاد آتے ہیں
دماغ و روح و دل فرطِ اثر سے کانپ جاتے ہیں

کبھی قصہ سنانا چاہتا ہوں تیرے بچپن کا
بہت سادہ، بہت معصوم، سنجیدہ لڑکپن کا

کبھی حیرت فزا غزوات پھر جاتے ہیں آنکھوں میں
حنین و بدر کی دن رات پھر جاتے ہیں آنکھوں میں

کبھی تیری صداقت ولولہ انگیز ہوتی ہے
کبھی تیری رواداری تحیّر خیز ہوتی ہے

کبھی تیرے کمالِ صبر پہ دل وجد کرتا ہے
تخیّل میں ترے اوصاف کا پرچم ابھرتا ہے

کبھی تیری جفاکوشی پہ آنکھیں ڈبڈباتی ہیں
تصور سے تری فاقوں کے نبضیں چھوٹ جاتی ہیں

کبھی جلوے بکھرتے ہیں تری مہماں نوازی کے
یتیموں، بےسہاروں، بیکسوں کی چارہ سازی کے

کبھی افکار ہو جاتے ہیں گم جوشِ عقیدت میں
کبھی احساس ہو جاتا ہے شَل فرطِ محبت میں

مسلسل کشمکش ہوتی ہے الفاظ و معانی میں
میں بہہ جاتا ہوں اک خاموش طوفانی روانی میں

کہوں کیا کس طرح !؟ یہ فیصلہ مجھ سے نہیں ہوتا
خود اپنی الجھنوں کا تجزیہ مجھ سے نہیں ہوتا

مری ماں باپ صدقے میں ترے در کا بھکاری ہوں
سراپا آرزو ہوں، التجائے غمگساری ہوں

کیا ہے میں نے وعدہ برملا سارے زمانے سے
ملیگی دولتِ توفیق تیرے ہی خزانے سے

اُٹھایا ہے قلم تیری اعانت کے بھروسے پر

مدد کر محسنِ اعظم! مدد کر ھادیِ اکبر!

وصالِ پیغمبرؐ

تصور میں جنازہ سامنے ہے اور بیٹھا ہوں

بہت محزوں بہت کھویا ہوا بیطور بیٹھا ہوں

تخیل جل رہا ہی سوزِ پنہاں کے شراروں سے
گذرتا جا رہا ہوں میں عرب کے رہگذاروں سے

یہ وادی نجد کی ہی یہ سمیرا ہی یہ ابرق ہی
یہ ذوالقصہ یہ سُنح و بدر یہ میدانِ خندق ہی[1]

یہ اک سادہ سی بے زینت سی مسجد ہی مدینے میں
دھڑکتا ہی دلِ یُمن و سعادت جسکے سینے میں

پلٹ آیا ہوں تیرہ سو برس پہلے زمانے تک
نظر پہنچی ہی حضرت عائشہؓ کے آستانے تک

---

[1] یہ سب مدینے کے آس پاس کے مقامات ہیں ۱۲

جنازہ آہ مت پوچھو کہ یہ کس کا جنازہ ہے

دلِ گیتی میں صدیوں کا پرانا زخم تازہ ہے

زباں تک آتے آتے نام، دل پھٹ جائیگا میرا
وفورِ سوز و رقت سے بیاں کٹ جائیگا میرا

فضا میں گریۂ جبریل کی آواز سنتا ہوں
گداز و درد میں ڈوبا ہوا اِک ساز سنتا ہوں

ہواؤں میں تڑپ ہے نوحۂ و فریاد و ماتم کی
فرشتوں کے لبوں پر ہچکیاں ہیں گریۂ و غم کی

جنازہ ہے یہ اُس بےمثل و یکتا ابن آدم کا

خدا کے بعد جو سرتاج تھا بزمِ دو عالم کا

وہ جس نے زندگی کو روحِ حسنِ زندگی دی تھی
وہ جس نے آدمیّت کو حیاتِ دائمی دی تھی

وہ نقشِ تام و لفظِ آخری کلکِ نبوّت کا
وہ حرفِ مختتم دانائی و عرفان و حکمت کا

وہ جس کا نور تھا در پردہ آدم ساز و آدم گر
فرشتوں نے جبینیں ٹیک دی تھیں جسکی قدموں پر

جو انساں تھا مگر اوصافِ انسانی میں یکتا تھا
بغیر اذنِ عزرائیل جس کو چھو نہ سکتا تھا

وہی انسان رخصت ہو گیا ہے آج دنیا سے

وہی انمول قطرہ مل گیا ہے آج دریا سے

عجب اِک لمحۂ نازک تھا یہ تاریخِ عالم میں
زمین و آسماں ڈوبے ہوئے تھے بحرِ ماتم میں

بیاں ممکن نہیں اصحاب کی وارفتہ حالت کا
جو الا پھٹ پڑا تھا مونہوں پر رنج و حسرت کا

گلو میں آ کے سانسیں رُک گئی تھیں جاں نثاروں کی
زبانیں لرزہ بر اندام تھیں شمشیر داروں کی
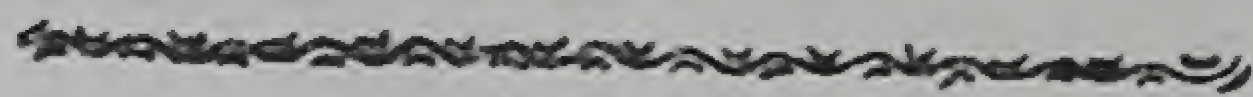
ارشادِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر فاروق جیسا آہنی قلب و جگر والا
شرابِ ہمّت و عزم و شکیبائی کا متوالا

امنڈتے پھیلتے جذبات کی موجوں میں بہتا تھا
بہ شانِ والہانہ صحنِ مسجد میں یہ کہتا تھا

کہ اے لوگو زبانیں بند کر لو ہوش میں آؤ
وفاتِ مصطفیٰ کا تذکرہ ہونٹوں پہ مت لاؤ

کہے گا جو "محمد چل بسے دُنیائے فانی سے"
نہ بچ پائیگا میری تیغِ برّاں کی روانی سے

یہ کیفیت جسے تم موت کا منظر سمجھتے ہو
غلط فہمی سے جس کو مرگِ پیغمبر سمجھتے ہو

حجابِ عارضی ہے رفتنی ہی جانیوالی ہے
یقینِ مرگِ سرکارِ دو عالم کج خیالی ہے

ارشادِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ادھر صدیقِ اکبر عاشقِ محبوبِ ربانی
جنھیں کہتا ہے قرآں "غار میں اثنین کا ثانی"[۱]

جنھیں حسنِ جہاں آرا سے بے پایاں محبت تھی
بڑی گہری بہت خاموش لافانی عقیدت تھی

شرف جنکو دیا تھا دوستی کا ذات والا نے
مقامِ صدق بخشا تھا جنھیں باری تعالےٰ نے

یہ کہتے تھے اٹھا کر چہرۂ محبوب سے چادر

کہ "اے پیارے نبی اے سیدی اے پاک پیغمبر

ترا جینا بھی پاکیزہ[۲] ترا مرنا بھی پاکیزہ
بقا کی آخری منزل کو طے کرنا بھی پاکیزہ

---

[۱] ثانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ ۱۲ [۲] بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَّمَیِّتًا اَمَّا الْمَوْتَۃَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکَ فَقَدْ ذُقْتَھَا ثُمَّ لَنْ یُّصِیْبَکَ بَعْدَھَا مَوْتَۃٌ اَبَدًا ۱۲-

تری تقدیر تھی جو موت رب نے بخشدی تجھ کو نہ اب آئیگی ہرگز موت دوبارہ کبھی تجھ کو"

بمشکل اتنا کہہ کر ڈھک دیا روئے منور کو

کہ اب پیشِ نظر تھا دفن کرنا جسمِ اطہر کا

تعالی اللہ کیا حیرت فزا قانونِ فطرت ہے انوکھی شانِ قدرت ہے نرالا رازِ حکمت ہے

وہ فرقِ نازو اندامِ مشبک وہ جسمِ نورانی وہ پرتو حسنِ لامحدود کا وہ ظلِ سبحانی

بلاشک آج شایانِ لحد وہ جسمِ نوری تھا

منوں مٹی میں اس کو دفن کر دینا ضروری تھا

اجازت اہلِ ایماں کو اگر قرآں نے دی ہوتی بیانِ بین کی نوحہ گری کی شور و شیون کی

تو ایسا وقت آیا تھا یہ اصحابِ محمدؐ پر کہ ہر گوشے سے اُٹھتا گریہ و فریاد کا محشر

مدینہ حشر زارِ ماتم و فریاد بن جاتا
ہجومِ شورِ ماتم سے فغاں آباد بن جاتا

مسلسل ہاتھ کی ضربوں سے سینے خون دے اُٹھتے
مسامِ ضبط سے رستے پسینے خون دے اُٹھتے

بہت بینائیاں اشکوں کی طغیانی میں بہہ جاتیں
بہت عقلیں ہمیشہ کے لئے مفلوج رہ جاتیں

مگر اللہ رے وہ مستِ تسلیم و رضا بندے
وہ ہر حالتمیں طاعت کیش و پابندِ وفا بندے

وہ صبر و شکر کی تابندہ و پائندہ تصویریں
وہ حلم و ضبط کی خاور کی خاص الخاص تنویریں

نہ اُٹھی ہیطرح فریاد و زاری میں زباں انکی
گلوں میں رہ گئیں گھٹکر مسلسل ہچکیاں انکی

بروقت انتباہ
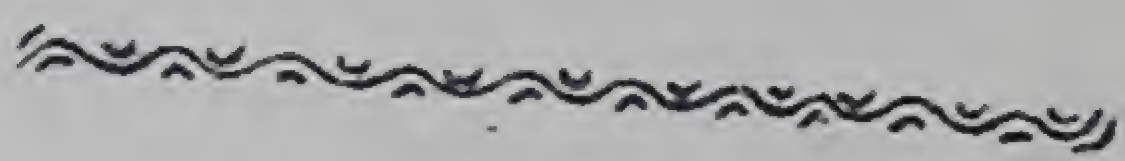
زیارت کر کے آئے حضرتِ صدیقؓ مسجد میں
کہ تھی پیشِ نظر اس موت کی توثیق مسجد میں

یہاں حضرت عمرؓ سرگرم تھے ارشادِ سابق میں
اضافے کر رہے تھے پے بہ پے رودادِ سابق میں

کہا صدیقؓ نے کیا کہہ رہے ہو اے عمرؓ سنبھلو!
غضب ہے بےخبر ہو جائے تم سا باخبر سنبھلو!

یہ وقتِ امتحانِ خاص ہے اللہ والوں کا
خدا کی سمت رُخ پھیرو خدا رفتہ خیالوں کا

یہ کہکر سارے مجمع کیطرف روئے سخن پھیرا
بہ شانِ ضبطِ کامل موجۂ جوئے سخن پھیرا

بہ طرزِ دل نشیں حمد و ثنا کی اور فرمایا
کہ اے وارفتۂ جذباتِ اربابِ گرانمایہ!

محمدؐ کو اگر اپنا[1] خدا گر دانتے تھے تم! — عبادت کیلئے معبودِ برحق مانتے تھے تم!

تو بیشک آج دامانِ اجل میں سو گئے حضرت — بشر کی شان سے دنیا سے رخصت ہو گئے حضرت

مگر جو پوجنے والے ہیں ذاتِ ربِّ اکبر کے — نہیں ہے شک جنھیں انسان ہونے میں پیمبر کے

وہ سُن رکھیں کہ ذاتِ ربِّ اکبر غیر فانی ہے — وہ زندہ ہے وہ زندہ ہی رہے گی جاودانی ہے

بڑی حیرت ہے قرآنی بیاں کو بھول بیٹھے تم — مقامِ سرورِ کون و مکاں کو بھول بیٹھے تم

تمہاری عقل ابتک تا لبِ عرفاں نہیں پہنچی — بتاؤ کیا تمھیں یہ آیتِ قرآں نہیں پہنچی

"محمدؐ باہمہ[2] شانِ رسالت ایک انساں ہیں

بصد اوصاف یکتائی بشر ہونیمیں یکساں ہیں

---

[1] ایھا الناس انہ من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت ۱۲

[2] وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین ۱۲

زمانے میں رسولانِ خدا پہلے بھی ہو گذرے ہزاروں بندگانِ باصفا پہلے بھی ہو گذرے

اُنھیں آخر کو جانا ہی پڑا دنیا کی محفل سے کسے ہے رستگاری موت کے قانونِ کامل سے

یہ ایسا کلیّہ ہے جس میں استثناء نہیں کوئی خدا کے ماسوا کا اہل بقا رکھتا نہیں کوئی

محمدؐ بھی اگر آجائیں اس قانون کی زد میں مشیّت کی یہی تقدیر ہو حقِ محمدؐ میں

تو کیا تم دامنِ ایمان و عرفاں چھوڑ بیٹھو گے ؟ خدا کی بندگی کے عہد و پیماں توڑ بیٹھو گے ؟

اگر ایسا کیا تو یاد رکھو غور سے سُن لو غلط جذبوں سے ہٹ کر عقل و دانائی کی ناخُن لو

اگر جہلِ گذشتہ کی طرف تم لوٹ جاؤ گے خدا کو ایک شمّہ بھر ضرر پہنچا نہ پاؤ گے

خدا سے منحرف ہو کر تمہارا ہی زیاں ہو گا تمہارے ہی لئے یہ بارِ گمراہی گراں ہو گا

خدائے پاک نقصان و زیاں کی حد سے باہر ہے بہت اعلیٰ ہے ارفع ہے بہت بالا ہے برتر ہے

لہ آج بھی ایسے لوگ ملتے ہیں جو کسی طرح وصالِ پیمبرؐ کو موت سمجھنے کے لئے تیار نہیں - یہ مبالغہ آمیز اور غیر صحت مند عقیدت کا نتیجہ ہے ۱۲ -

مگر ہاں! آزمائش میں جو بندے شکر کرتے ہیں

لبِ تسلیم سے دم مرضیِ مولا کا بھرتے ہیں

انہیں اللہ ان کے شکر کی پوری جزا دیگا عطائے خاص سے انعامِ تسلیم و رضا دیگا"
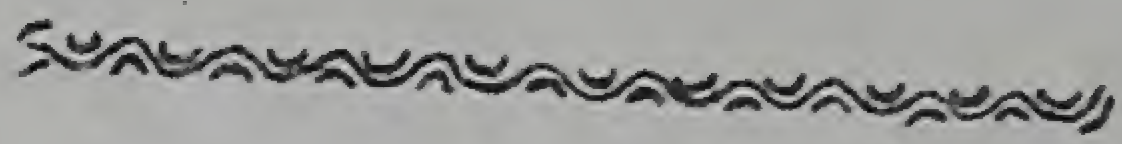
انتباہ کا اثر

یہ قرآنی بیاں اللہ اکبر کیا ٹھکانا تھا
لبِ صدیق پر گویا خدائی تازیانہ تھا

ٹھٹک کر رہ گئے جذبات کے اُمنڈے ہوئے طوفاں
سراب آلودہ احساسات کے اُمنڈے ہوئے طوفاں

حقیقت آنسوؤں کے جھرمٹوں میں مسکرا اُٹھی
کرن، وارفتگی کے بادلوں میں جگمگا اٹھی

یہ آیت کیا تھی اک بے کیف و کم پیشینگوئی تھی
وفاتِ مصطفٰے پر مختتم پیشین گوئی تھی

جھلک تھی اسکے پس منظر میں موجودہ کوائف کی
نمایاں اس سے تھی توحیدِ خالص کی چمن بندی

تعیّن اس میں تھا اک منزلِ حُبِّ محمدؐ کا
کنارا اسمیں تھا اک بیخودی کے سیلِ بیحد کا

بظاہر بستۂ ایامِ سابق تھا نزول اس کا
کسی شانِ گذشتہ کیمطابق تھا نزول اس کا

سُنا تھا آج سے پہلے بھی اس وحیِ الٰہی کو
رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِ کی روشن گواہی کو

مگر وہ کھو گئے تھے رنج بے پایاں کی وادی میں
بظاہر کیا کسر باقی رہی تھی نامرادی میں

محمدؐ کی جدائی کا تصوّر ہائے کیا کہئے
ہجومِ بیخودی جوشِ تحیّر ہائے کیا کہئے

سمجھتے تھے متاعِ زندگی جس ماہ پیکر کو
وہی محبوب رخصت ہو گیا تھا زندگی بھر کو

محبت جسکی رگ رگ میں لہو بن کر سمائی تھی
اُسی کو آج آغوشِ اجل میں نیند آئی تھی

جو ہر سرمایۂ دنیاؤ ما فیہا سے پیارا تھا
وہی آرامگاہِ باغِ جنّت کو سدھارا تھا

یقیں آتا نہ تھا اس حشر ساماں ہجر و فرقت کا
حقیقت خواب بن جائے تقاضا تھا محبّت کا

محبّت چاہتی تھی ہوش سے نظریں چُرا لینا
محبّت چاہتی تھی عقل کی شمعیں بجھا دینا

فضائے ہوش پر چھایا ہوا تھا عشق کا افسوں
خرد کے دل میں دَر آیا ہوا تھا عشق کا افسوں

یہ افسوں حضرتِ صدّیق کی آواز نے توڑا
بالفاظِ دگر قرآن کے اعجاز نے توڑا

اچانک جیسے اُٹھ جائے حجابِ درمیاں کوئی
نقابِ منظرِ پنہاں الٹ دے ناگہاں کوئی

سُنا ہو جیسے پہلی بار یہ پیغامِ ربانی
ہوئی ہو جیسے نازل آج ہی یہ نصِّ قرآنی

حقیقت۔ سخت جانفرسا حقیقت کُھل گئی آخر
یقیں کی موج سے گردِ تامّل دُھل گئی آخر

یقیں آیا کہ بیشک عمر بھر کو جا چکے حضرت
سفر بزمِ جہاں سے مستقل فرما چکے حضرت

بہ صد احساسِ مجبوری بصد آشفتہ سامانی
وفاتِ مصطفٰے مانی نہ جاتی تھی مگر مانی

عمرؓ کہتے ہیں جب یہ آیتِ قرآں سُنی میں نے
رگ و پے میں نئی اک کیفیت محسوس کی میں نے

قدم کانپے کھڑا رہنا مصیبت ہو گیا مجھ کو
یقینِ ہجرِ سرتاجِ رسالت ہو گیا مجھ کو

یقیں آیا کہ ہنگامِ فراقِ مستقل آیا
گماں پیشِ یقیں مغلوب آیا منفعل آیا

یقیں آیا کہ اب شاہِ ہُدیٰ واپس نہ آئیں گے
جو پردہ گر گیا ہے حشر ہی کے دن اٹھائیں گے

وقف

بہت آسان ہے ذکرِ وفاتِ مصطفےٰ عام
زباں سے چند لفظوں کا بیاں مشکل ہی کیا عام

بظاہر موت امرِ غیر معمولی نہیں کوئی
بچا ہے اور نہ بچ سکتا ہے اس سے بالیقیں کوئی

مگر حضرت کی رحلت فرد ہے تاریخِ عالم میں
اچھوتا واقعہ ہے واقعاتِ ابنِ آدم میں

سمجھ سکتے ہیں اسکی نوعیت کو صرف دل والے
پرکھ سکتے ہیں اسکو بادۂ وحدت کے متوالے

کوئی انسان ایسا دورِ ہستی میں نہیں گذرا
کروڑوں لاکھ انسانوں کی بستی میں نہیں گذرا

جو ایسا مرتبہ رکھتا ہو ایسی شان والا ہو
جو انساں ہو کے ساری نوعِ انساں میں نرالا ہو

ملے ہوں جسکو اتنے اور ایسے چاہنے والے
مشیّت جنکے جذباتِ گرامی کی قسم کھالے

بیاں پوری طرح کیونکر یہ نازک مسئلہ کیجے
تعلق کیا تھا اصحابِ محمدؐ کو محمدؐ سے

کہاں تاب و تواں لفظوں میں اظہارِ تأثر کی
ضرورت ہے بہت اونچے بہت گہرے تصور کی

فنا فی العشق تھے ایسے رُخ والا کے شیدائی
کہ بے پایاں تھی ان کے سرمدی جذبوں کی گہرائی

محبت کیلئے ممکن ہیں جتنی پاک تعبیریں
زباں کے بس میں ہیں عشق و وفا کی جتنی تفسیریں

وہ سب بے رنگ سی بے نور سی معلوم ہوتی ہیں
ادھوری مضمحل معذور سی معلوم ہوتی ہیں

محمدؐ کی محبت ان کی رگ رگ میں سمائی تھی
محمدؐ اک طرف تھے اک طرف ساری خدائی تھی

محمدؐ کیلئے وہ ساری دنیا چھوڑ سکتے تھے
وہ اس رشتہ کی خاطر سارے رشتے توڑ سکتے تھے

مگر با ایں ہمہ یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے
کہ بے نامِ خدا یہ داستاں ساری ادھوری ہے

محمدؐ سے انھیں اللہ کی خاطر محبت تھی
نہ سودا خام تھا کوئی نہ کورانہ عقیدت تھی

فقط معبودِ برحق کی اطاعت ان کا مقصد تھا　　اسی رشتہ سے ہر جانباز شیدائے محمد تھا

یہی نکتہ ہے جو عقلِ رسا کے کام آئے گا

یہی گُر ہے جو باطل وسوسوں پر فتح پائے گا

شیطانی اسکیم

ادھر بے حال تھے غم سے نبیؐ کے چاہنے والے
دلوں میں گھٹ کے شعلے بن گئے تھے آتشیں نالے

اُدھر شیطان کی سوئی ہوئی تقدیر جاگ اُٹھی
جو کجلائی ہوئی تھی ایک مدت سے وہ آگ اُٹھی

بڑی تیزی سے دوڑا اپنی ذرّیات کی جانب
پُرانے جاں نثاران منات ولات کی جانب

یہ سب ابلیس زادے بندگانِ جہل و نادانی
خباثت جنکی فطرت جنکی عادت فتنہ سامانی

بچارے سوگوار و مضمحل بیٹھے تھے سالوں سے
سراسر عاجز و مجبور تھے اللہ والوں سے

سرِ میداں شکستوں پر شکستیں کھائے بیٹھے تھے
بصد یاس و ندامت گردنیں ڈھلکائے بیٹھے تھے

کوئی تدبیرِ باطل بارآور ہو نہ پاتی تھی
بجائے شیطنت انسانیت ہی بڑھتی جاتی تھی

کچھ ایسا صور پھونکا تھا اکیلے اِک پیمبر نے　　کہ سر خم کر دیئے تھے سارے شیطانوں کے لشکر نے

نظر آیا کہ شیطاں آ رہا ہے خرّم و شاداں

سنبھل بیٹھے یہ سارے کشتگانِ خنجرِ حرماں

کہا شیطان نے آتے ہی اے میری پرستارو!　　مرے مظلوم بچّو! میرے محبوبو! مرے پیارو!

مبارک ہو کہ پیغامِ بہارِ تازہ آپہنچا　　نویدِ زندگی بن کر قرارِ تازہ آپہنچا

خبر بھی ہے تمہیں کیا ہو گیا کیا ہونے والا ہے　　مبارک ہو کہ اب اپنا ہی اپنا بول بالا ہے

مسرت کی سحر نکلی ہے دامانِ شبِ غم سے　　پڑا ہے دشمنوں کو واسطہ فریاد و ماتم سے

محمدؐ، وہ ہمارا جان لیوا دشمنِ جانی　　وہ مذہب کا مبلّغ، فتنۂ اسلام کا بانی

وہی جس نے ہمیں زخمی کیا، بسمل بنا ڈالا　　وفورِ شرم سے مر جائیں اس قابل بنا ڈالا

وہی۔ہاں ہاں وہی اب چل بسا دنیا کی محفل سے　　نہ بچ پایا ہمارے منتروں کے زورِ کامل سے

گیا رخصت ہوا اپنے خدا کے عرش کی جانب
کبھی واپس نہ ہوگا اب ہمارے فرش کی جانب

مرے پیارو! یہ ساعت کسقدر فرخندہ ساعت ہے
ہر اک کو تم میں سو سو جام پینے کی اجازت ہے

مگر ٹھیرو! ابھی اک سخت مشکل کام باقی ہے
مسرت آفریں تمہید کا اتمام باقی ہے

مناسب وقت آیا ہے تمہارے کام کرنے کا
نئی ہمت نئے عزم و ارادے سے ابھرنے کا

تمہیں معلوم ہیں احوال اصحابِ محمدؐ کے
کرشمے تم نے خود دیکھے ہیں انکی زورِ بیجد کے

وہ ظالم مذہب اسلام کے ہیں سخت دیوانے
محمدؐ اور خدا کے نام کے ہیں سخت دیوانے

جو انمیں خاص ہیں ممتاز ہیں انکو تو کیا کہدوں
پیامِ موت کہدوں زلزلہ کہدوں بلا کہدوں

علیؓ و بوبکرؓ عثمانؓ و خالدؓ الاماں توبہ!
عمرؓ خطاب کا نورِ نظر برقِ تپاں توبہ!

نبی کے بعد بھی یہ مستقل پیغامِ آفت ہیں
مری امت کے حق میں سخت خطرہ ہیں مصیبت ہیں

یہ دو ہی چار دن میں سلطنت اپنی بنالیں گے
جو ان سے منحرف ہوگا اسی آفت میں ڈالیں گے

زبردستی کریں گے کام لینگے جبر و قوت سے
مفر ہوگا نہ ان کے دین و مذہب کی اطاعت سے

تباہی سخت جاں فرسا تباہی پھیل جائیگی
زمانے بھر پہ مذہب کی سیاہی پھیل جائیگی

جو پودا آج بے مایہ ہے گہری جڑ پکڑ لے گا
سلاسل بن کے انسانی دماغوں کو جکڑ لے گا

ضرورت ہے کہ آجائے حکومت ایسے ہاتھوں میں
عنانِ اقتدار و جبر و قوت ایسے ہاتھوں میں

جو سچائی کی طوفاں عدل کی طغیانیاں روکیں
بھلائی کے اصولونکی جنوں سامانیاں روکیں

جو انسانونکو لطفِ زندگی پانیکا موقع دیں
نشاط انگیز ارمانوں کی بر آنے کا موقع دیں

ہمارے دشمنوں کو پھولنے پھلنے نہ دیں ہرگز
کوئی ترکیب اہل اللہ کی چلنے نہ دیں[1] ہرگز

---

[1] یہ شیطانی تقریر اگرچہ تاریخی واقعات کا جز نہیں لیکن تاریخ کے پس منظر میں اس کا ایک ایک لفظ صاف پڑھا جا سکتا ہے ۱۲-

تمھارا کام ہے فوراً اٹھو رختِ سفر باندھو

حریفوں کو شکستِ فاش دینے پر کمر باندھو

مثالِ برق پھیلو ملک بھر کے کونے کونے میں
نہ ہونے پائے اِک لمحہ بھی ضائع کام ہونے میں

جو اپنے چاہنے والے ہیں ان کو جا کے سمجھاؤ
جو اپنے سر غنے ہیں ان کو راہِ کار دکھلاؤ

کہو ان سے کہ ایسا خاص موقع پھر نہ آئے گا
یہی موقع ہے جو قسمت بگاڑے گا بنائے گا

بڑی ذلّت اُٹھائی ہے بڑا ادبار جھیلا ہے
ہمیں کس کس طرح ظالم مسلمانوں نے ریلا ہے

شکستوں پر شکستیں ذلّتوں پر ذلّتیں دی ہیں
تبرّا پر تبرّا لعنتوں پر لعنتیں دی ہیں

کھڑے ہو جاؤ وقتِ نعرۂ اَلاِنتقام آیا
دِکھاؤ زورِ بازو، روزِ تیغِ بے نیام آیا

عرب کا تاج و تختِ سلطنت اس وقت خالی ہے
تمہارا منتظر ہے کوئی وارث ہے نہ والی ہے

محمد کے صحابی محو ہیں فریاد و ماتم میں
نہیں اپنا بھی ان کو ہوش باقی شدّتِ غم سے

یہ صدمہ انکو کافی دیر تک بیہوش رکھے گا
خُمارِ بادۂ غفلت سے ہم آغوش رکھے گا

سمجھداروں کو ایسا لمحۂ فرصت غنیمت ہی
جوانمردوں کو ایسی قیمتی ساعت غنیمت ہی

ضرورت ہے کہ فوراً ایک اپنا حکمراں چُن لو
کوئی بوجہل جیسا مستقل مرمٹے جواں چُن لو

اگر اس دم عرب کی سلطنت قبضے میں آجائے
اگر اپنی حکیمانہ سیاست بار پاجائے

تو قصرِ دین کی بڑھتی ہوئی تعمیر رُک جائے
ہمارے حلق پہ چلتی ہوئی شمشیر رُک جائے

ابھی اسلام پہلی منزلِ نشو و نما میں ہے
بہت نازک بہت محدود مشکل ابتدا میں ہے

ابھی حاجت ہے اسکی زندگی کو زور و قوت کی
سیاسی برتری کی شہر یاری کی حکومت کی

ابھی اس تازہ رُو پودے کی جڑ جمنے نہیں پائی
مساماتِ ضمیرِ خاک میں رمنے نہیں پائی

ابھی ننھا سا ذرہ ہے جو صحرا بننے والا ہے
ابھی چھوٹا سا قطرہ ہے جو دریا بننے والا ہے

اگر اسوقت اس دریا کا سوتا بند ہو جائے
تو مرجھائی ہوئی انسانیت خورسند ہو جائے

نہ تم اُٹھّے تو اصحابِ نبی قبضہ جمالیں گے
وراثت دین کی نسبت سے اپنی ہی بنالیں گے

جہاں بھر میں وبائے دینداری پھیل جائے گی
سعادت پاکبازی حق شعاری پھیل جائے گی

اٹھو قبضہ جماؤ عہدِ زرّیں کی بنا ڈالو
سیاسی چال سے دشمن کو مٹّی میں ملا ڈالو

یہ خطبہ، یہ کلامِ گرم، یہ تقریرِ شیطانی
حقیقت میں بہت ہی مختصر ظاہر میں طولانی

مثالِ برق کوندی ایک پل میں تا بہ لب آئی
وہ سُرعت تھی کہ دشت و در سے صوتِ للعجب آئی

فرازِ چرخ تک جیسے بیک لحظہ نظر جائے
ہوا کا تیز جھونکا جیسے آئے اور گذر جائے

اٹھے شیطان زادے حکم کی تعمیل کرنے کو
بصد عجلت نئی اسکیم کی تشکیل کرنے کو

بگولوں کی طرح لہرائے تیروں کی طرح جھپٹے
بہر جانب جہنّم کے سفیروں کی طرح جھپٹے

عرب کے گوشہ گوشہ میں بلاؤں کیطرح پھیلے
چھلاووں کی طرح دوڑے گھٹاؤں کی طرح پھیلے

وفاتِ مصطفٰے کا خوب ہی چرچا کیا ہر سو
دغا کا مکر و فن کا غلغلہ برپا کیا ہر سو

جھنجوڑا گدگدایا دل شکستہ اہلِ باطل کو
سجایا کافروں کے سر دائرہ مالوں کی محفل کو

قرینے دجل کے فتنہ گری کے راز سمجھائے
لعینوں کے دلوں میں گھس گئے روحوں میں در آئے

سُجھائے دل نشیں اسرار شیطانی سیاست کے
دکھائے خواب عیاشی کے دولت کے حکومت کے

نتیجہ یہ ہوا سوئے ہوئے جذبات جاگ اُٹھے
خباثت آفریں ملعون احساسات جاگ اُٹھے

خروشِ انتقام و جذبۂ حرص و ہوس جاگا
ہر اک عفریت نے آنکھیں ملیں پیش و پس جاگا

دلوں میں زخم تھے اسلام کی پیہم ترقی سے
محمدؐ اور خدا کے نام کی پیہم ترقی سے

تمنائیں تھیں اہل اللہ کو پامال کرنے کی
بصد ظلم و شقاوت حال سے بے حال کرنے کی

ترستے تھے کہ عہدِ بربریت کیا ہوا اپنا
نشاط انگیز دورِ زور و قوت کیا ہوا اپنا

نہ اب وہ جگمگاتی محفلیں ہیں جام و ساغر کی
نہ اب وہ بیدھڑک آویزشیں ہیں تیغ و خنجر کی

نہ اب پہلا سا بازارِ عکاظ و جشنِ جمہوری !
جہاں تفریح میں حائل نہ تھی کوئی بھی مجبوری !

نہ ننگی حسینائیں طوافِ کعبہ کرتی ہیں
نہ اب گلفام چنچل دلربائیں ہم پہ مرتی ہیں

نہ آزادی ہے پس ماندہ قبیلوں پر چڑھائی کی
جہاں چاہے وہیں غارت گری کشور کشائی کی

حصولِ سلطنت کی تذکرے ہونے لگے باہم
دبے لفظوں میں گہری مشورے ہونے لگے باہم
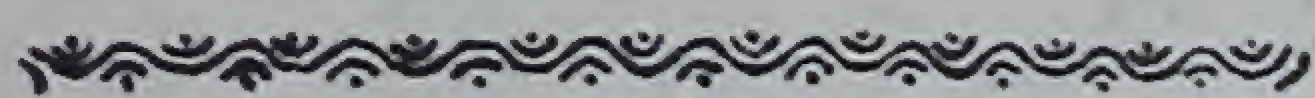
شیطانی اسکیم کا جواب

معاذاللہ یہ لرزہ فگن تجویز مکاری
یہ عصیاں کوش زندیقی یہ ظلمت پوش عیاری

ھلاکت آفریں شبخون کا انداز تھا اس میں
درِ صد شورش و بغض و عداوت باز تھا اس میں

مگر در پردہ فرمانِ مشیت اور ہی کچھ تھا
رُخِ دوراں پہ نقشِ کلکِ قدرت اور ہی کچھ تھا

مشیت ہنس رہی تھی بد نہادوں کے ارادوں پر
شکستِ فاش پھٹ پڑنے کو تھی شیطان زادوں پر

یہ منشا تھا لعینوں کا کہ خاموشی سے طے کر لیں
وہ سارے مرحلے جو مکہ کے میداں میں کام آئیں

یہ کوشش تھی کہ رازِ شیطنت افشا نہ ہو پائے
اچانک چلنے والی چال کا چرچا[۵۱] نہ ہو پائے

---

[۵۱] وصالِ حبیب[ؐ] کے بعد صحابہ[رضؓ] کے طرزِ کار کی عظمت و اہمیت کا صحیح اندازہ جبھی ہو سکتا ہے جب باطل کی ریشہ دوانی کو پوری طرح سمجھ لیا جائے ۱۲

ریاکاری کے پردے ملک کے چہرے پہ ڈالے بھی

مگر اس کی خبر پا ہی گئے اللہ والے بھی

خبر پاتے ہی بےچون وچرا بے پیش وپس اُٹھے
سیاست کے شناور حکمتوں کے نکتہ رس اُٹھے

وفاتِ مصطفےٰؐ سے حال بے شک زار تھا ان کا
وفورِ غم سے ہر ہر سانس نالہ بار تھا ان کا

تصوّر ہی نہ آتا تھا کسی شئی کا بجز غم کے
ابھی گذرے نہ تھے کچھ روز بھی فریاد و ماتم کے

ابھی تازہ لہو رِستے ہوئے زخموں سی جاری تھا
ابھی ذہنوں پہ صہبائے الم کا سُکر طاری تھا

دلِ شوریدہ سر سے عقل کی تائید مشکل تھی
خرد کی راہ میں جذبات کی دیوار حائل تھی

بہت دشوار تھا غم کو نظر انداز کر دینا
متاعِ دردِ پیہم کو نظر انداز کر دینا

مگر اللہ اکبر ان کی یکتا شانِ ایمانی
فراست، بردباری، جذبۂ ایثار و قربانی

نزاکت وقت کی جب چشمِ دانش کو نظر آئی
یمِ رنج ومحن سے ہوش کی کشتی اُبھر آئی

نظر آیا کہ دینِ حق کا مستقبل ہی خطرے میں
نظر آیا کہ بحرِ کفر کا ساحل ہے خطرے میں

نظر آیا کہ دینُ اللہ شیطانوں کی زد میں ہے
بھیانک آندھیوں کی رو میں طوفانوں کی زد میں ہے

اُٹھے سینوں پہ صبر و ضبط کی سنگین سل رکھ کر
اُٹھے حلقومِ غم پر تیغ عزمِ مستقل رکھ کر

سقیفہ بنی ساعدہ

پئے اہلِ انصار نے کی مشورے کرنے لگے باہم
جوابِ مکرِ شیطانی کا دم بھرنے لگے باہم

سقیفہ میں ہوئے سب جمع بابِ گفتگو کھولا
متاعِ فکر کو الفاظ کی میزان میں تولا

خلیفہ کون ہو یہ فیصلہ فی الفور کرنا تھا
نہ موقع تھا تأمل کا نہ پہروں غور کرنا تھا

خیال آیا کہ حضرت سعدؓ اس منصب کے لائق ہیں
مدبر ہیں جری ہیں زیرک و دانا ہیں فائق ہیں

حقیقت تھی کہ سعد ابنِ عبادہؓ[۵۱] اِک مجاہد تھے | زعیمِ دینِ حق تھے صاحبِ تقویٰ تھے زاہد تھے

صحابی تھے صحابا کا مقامِ خاص رکھتے تھے | عوام الناس میں اِک احتشامِ خاص رکھتے تھے

مقدس لشکرِ انصار کے جرنیل تھے گویا | مددگارانِ دین اللہ کے سرخیل تھے گویا

انھوں نے جب سُنا، ہیں مجتمع اخوانِ انصاری

لگے کرنے سقیفہ میں چلے آنے کی تیاری

مگر بیمار تھے گھر سے نکلنا سخت مشکل تھا | قدم اُٹھتے نہ تھے ہر ہر قدم پر ضعف حائل تھا

بہ مجبوری بُلایا اپنے بیٹے یا بھتیجے کو | کہا جو کچھ کہوں میں اسکو باہر جا کے دُہرا دو

بُرا ہوگا اگر تعویق ہوگی امرِ فیصل میں | خلا واقع نہ ہونا چاہیئے سعیِ مسلسل میں

۵۱ بعض مورخین نے حضرت سعد بن عبادہؓ کے بارہ میں قدرے تحقیر آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ ناموزوں ہے کیونکہ صدیقؓ عمرؓ اور علیؓ و عثمانؓ جیسے اجل صحابہ کے مقابلہ میں اگر کسی صحابی کا کیرکٹر تھوڑی نیچی سطح پر آجاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اخلاف حقارۃً اس کی نشاندھی کریں۔ صحابی ہونا ہی اتنی بڑی منزلت ہے کہ اس پر ہزاروں عظمتیں قربان ۱۲

تقریر حضرت سعد بن عبادہؓ

سنو اے بھائیو اے ربِّ اکبر کے پرستارو
محمدؐ اور غلامانِ محمدؐ کے مددگارو

سرِ بزمِ صداقت اوّلیت تم کو حاصل ہے
قبولِ امرِ حق میں افضلیت تم کو حاصل ہے

محمدؐ دعوتِ حق قوم کو دیتے رہے برسوں
خدا کا نام اہلِ کفر میں لیتے رہے برسوں

مگر ان کی نصیحت بدنصیبوں نے نہیں مانی
زراہِ گمرہی توحید کی منزل نہ پہچانی

بہت کم تھے جو خوش بختی سے راہِ راست پر آئے
بہت کم تھے جو ایماں دعوتِ اسلام پر لائے

حریفوں کے مقابل میں نہ تھا کچھ بھی شمار ان کا
اسیرِ جبرِ اہلِ کفر تھا ہر اختیار ان کا

ہزاروں ظلم سہتے تھے ہزاروں دُکھ اٹھاتے تھے
سکونِ زندگی کے چند لمحے بھی نہ پاتے تھے

سراپا تختۂ مشقِ ستم تھی زندگی ان کی
ہجومِ درد و غم میں دیدنی تھی بےکسی ان کی

خدا کو اس گھڑی اپنے پرستاروں پہ رحم آیا
اُٹھی چشمِ کرم تبدیلیوں کا عزم فرمایا

تمھیں چُن کر عطا فرمائی نعمت حق شناسی کی
بہ لطفِ بیکراں اسلام کی دولت تمھیں بخشی

دیا اعزاز تم کو منتخب کر کے ہزاروں میں
کیا شامل تمھیں میدانِ حق کے شہسواروں میں

یہ منشا تھا کہ تم سے دینِ برحق تقویت پائے
مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت منزلت پائے

ستم جو ہو رہے ہیں رات دن اللہ والوں پر
انھیں روکو سرِ میدان فولادی سپر بن کر

زبردستی نہ کر پائے کوئی کمزور جانوں پر
نہ برقِ بے اماں ٹوٹے ضعیفوں ناتوانوں پر

چنانچہ تم نے یہ سب کچھ کیا توفیق باری سے
نظامِ جاہلی بدلا مسلسل جاں نثاری سے

تہلکہ پڑ گیا جور و ستم کے خانوادوں میں
رہا باقی نہ وہ پہلا سا بَل شیطان زادوں میں

تمھارے خوف سے خم ہو گئیں باطل کی تلواریں
کھُلے سینوں سے ٹکرا کھا کے ٹیڑھی پڑ گئیں دھاریں

خدا کے پوجنے والوں نے مدت میں اماں پائی
نحیفوں کی ستم دیدہ خموشی نے زباں پائی

بہت وہ تھے جنہیں گہری عقیدت تھی پیمبرؐ سے
مگر اسلام لا سکتے نہ تھے اشرار کے ڈر سے

بہت وہ تھے جو حق پر شیفتہ تھے ایک مدت سے
مگر مجبورِ خاموشی تھے خوفِ اہلِ قوت سے

خدا نے دی تمہارے واسطے سے ان کو آزادی
تمہارے زور نے باطل کی سدِّ آہنی ڈھا دی

مساجد سے اذانوں کی صدائے دلنشیں آئی
عرب کی سرزمیں اسلام کے زیرِ نگیں آئی

بہت سے معرکے راہِ خدا میں سر ہوئے تم سے
رسولِ پاکؐ ساری زندگی راضی رہے تم سے

یہی وہ فضل ہے جس کا شرف بخشا گیا تم کو
مشیّت کے خزانے سے بڑا رتبہ ملا تم کو

تمہارا حق ہے محبوبِ دو عالم کی نیابت پر
تمہیں مامور ہونا چاہئے فرضِ امارت پر

امیر المومنیں تم میں سے ہونا چاہئے کوئی
خلافت کا امیں تم میں سے ہونا چاہئے کوئی

بابِ خلافت

یہاں انصار میں یہ انتخابی کام جاری تھا
دماغوں پر مناسب فیصلہ کا فکر طاری تھا

اِدھر حضرت عمر فاروقؓ کو اس کی خبر پہنچی
بہت ہی تیز تر گویا ہوا کے دوش پر پہنچی

انھوں نے حضرتِ صدیقؓ سے اظہار فرمایا
عمل کس طرز پر ہو مشورے کے بعد طے پایا

اگرچہ تھے ملال و رنج و کلفت کے ہدف دونوں
بلا تاخیر چل نکلے سقیفہ کی طرف دونوں

یہ خطرہ تھا اگر اس وقت خامی رہ گئی کوئی
عمل کی راہ میں لغزیدہ گامی رہ گئی کوئی

اگر کوئی قدم اٹھا خلافِ عقل و دانائی
سیاست میں غلط فکر و تدبر نے جگہ پائی

تو دینِ حق کے مستقبل پہ چھا جائے گی تاریکی
سحر کی جلوہ گہ میں راہ پا جائے گی تاریکی

اُکھڑ جائیگا بیخ و بُن سے یہ نازک بدن پودا
یہ کم سن تازہ رُو نو آفریدہ سیم تن پودا

تجزیہ

یہاں جی چاہتا ہے خاص اِک نکتہ بیاں کر دوں
جو رازِ تہ نشیں ہے چشمِ ظاہر پر عیاں کر دوں

بظاہر سخت غم انگیز و جاں فرسا ہے یہ منظر
کہ رکھا ہوا ابھی شاہِ امم کا لاشۂ اطہر

جنابِ سیّدِ ابرار کی تدفین باقی ہو
کتابِ دین کا بے حد ضروری سین باقی ہو

صحابہ چل کھڑے ہوں جادۂ فکر و سیاست پر
توجہ مرتکز ہو جائے موضوعِ خلافت پر

عزاداری کے بدلے بحث چھڑ جائے حکومت کی
سُنی جائے کہانی اقتدار و جاہ و حشمت کی

اسیرِ حُبِّ دنیا ہوں خدا کے چاہنے والے
متاعِ دنیوی پر جھک پڑیں جنت کے متوالے

کٹی ہو جنکی اکثر زندگی دنیا سے نفرت میں
نہ ہو جن کیلئے کوئی کشش دنیا کی راحت میں

وہ یوں بے صبر ہو جائیں وہ اس درجہ بدل جائیں
کہ ٹھکرائی ہوئی دنیائے دوں کی سمت ڈھل جائیں

یہاں کھائے ہیں دھوکے کم نگاہوں بدنصیبوں نے
کیا ہے سوئے ظن وسواسِ شیطاں کی نقیبوں نے

مگر میری نظر میں ہے یہ وہ روداد لاثانی
عیاں ہوتی ہی جس سے عظمتِ کردارِ انسانی

فروغِ ہوش و عقل و بردباری جس سے ظاہر ہے
کمالِ قوتِ ایماں شعاری جس سے ظاہر ہے

تامّل کر ذرا اے بندۂ ظاہر تامّل کر
بزعمِ علمِ نفسیات کے ماہر تامّل کر

کھلے ہیں تیری آگے سب ورق تاریخ ملّت کے
وضاحت سے لکھے ہیں سیکڑوں حالات امت کے

خصوصاً وہ جنھیں شرحِ حیاتِ مصطفےٰؐ کہیے
جنھیں حضراتِ اصحابِ نبیؐ کا تذکرہ کہیے

مفصّل شرح ہے اسلام کے آغاز کی جن میں
مسلسل گونج ہی اک سازِ بے آواز کی جن میں

صداقت جنکی بالکل پاک ہی اوہام کاذب سے
جبیں داغی نہین جنکی کسی الزام کاذب سے

جنھیں تاریخ کا نقاد جھوٹا کہہ نہیں سکتا
کہاں جھوٹا، ذرا سا شک بھی جنمیں رہ نہیں سکتا

ہوئے ہیں جو مرتب ایسے اندازِ روایت سے
کہ ممکن ہی نہیں قطعِ نظر ان کی ثقاہت سے

بتا کیا کوئی شک ممکن ہی اس روشن حقیقت میں
کہ اصحابِ محمدؐ غرق تھے بحرِ محبّت میں

مقدس عشق ان کا بیکراں تھا بے نہایت تھا
دلوںمیں ان کے رقصاں حسن سرکارِ رسالت تھا

وہ پروانے تھے شمع دوستی کے جاں نثاری کے
وہ مستانے تھے صہبائے وفا کے غمگساری کے

وہ تھے جوشِ محبت میں غنی ہر فکرِ عالم سے
وہ بے پروا تھے فرطِ شوق میں دنیا کے ہر غم سے

خصوصًا وہ جنھیں صدیقؓ اور فاروقؓ کہتے ہیں
جو روحِ شوق بنکر اب بھی اہلِ دلمیں رہتے ہیں

سراپا الفت و دمسازی و ایثار و غمخواری
مجسّم سرفروشی تندہی تعمیل و دل داری

زمانے میں کسے ملتے ہیں ایسے چاہنے والے
وفا کے نور دیدہ عشق کی آغوش کے پالے

نہیں اے دوست اسمیں شاعرانہ رنگ آمیزی
نہ زینت کار ہے میری عقیدت کی گہرریزی

ہزاروں واقعے موجود ہیں اسکی شہادت میں
نہیں ممکن کوئی سوئے گماں ان کی محبت میں

ذرا اب دیکھ اس تصویر کا اک اور بھی رُخ ہے
کتابِ شوق کی تحریر کا اک اور بھی رُخ ہے

محبت تھی انھیں لیکن بقیدِ ہوش و دانائی
نہیں تھے وہ جمالِ جسمِ انسانی کے شیدائی

نہیں تھا جلوۂ محسوس وجہِ عاشقی ان کو
نہیں اُکسا رہی تھی لعل و لب کی دلکشی ان کو

کوئی مستور جلوہ درمیاں تھا، کارفرما تھا
کوئی نادیدہ رشتہ زخمۂ سازِ تمنا تھا

یہ جلوہ کیا تھا حسنِ لم یزل، نورِ خداوندی
یہ رشتہ کیا تھا اسلامی اصولوں کی چمن بندی

محبت تھی انھیں لیکن خدا کیواسطے سے تھی
جنابِ ربِّ اکبر کی رضا کے واسطے سے تھی

جنوں انکا بہت دانا تھا فرزانہ تھا عاقل تھا
خرد بھی ساتھ تھی ان کے، نہ تنہا جذبۂ دل تھا

محبت اور دانش کی حدیں پہچانتے تھے وہ
رسول اللہ کی بعثت کا مقصد جانتے تھے وہ

انہیں معلوم تھا کیا چیز ہے جنسِ وفاداری
کسے کہتے ہیں نادانی کسے کہتے ہیں ہشیاری

محبّت میں انھوں نے عقل کو پیچھے نہ چھوڑا تھا
حقیقی فرض کے احساس سے رشتہ نہ توڑا تھا

یہی باعث تھا ان کی تیز گامی گرم جوشی کا
دیا تھا فرض ہی نے حکم ان کو جلد کوشی کا

یہ ان کا فرض تھا اسلام خطرے میں نہ پڑ جائے
زمینِ پاک میں شیطان کا پرچم نہ گڑ جائے

فروغِ جلوۂ اسلام ہی منشائے قدرت ہے
عروجِ نیرِّ ایمان ہی سرِّ رسالت ہے

اگر اسلام ہی کی زندگی خطرے کی زد میں ہو
اگر ایمان ہی یلغارِ شیطانی کی حد میں ہو

توخالی ہاؤہو سے گریۂ وزاری سے کیا حاصل
سرِ تسلیم کے سجدو نکی گلکاری سے کیا حاصل

محبّت ہی محبت کچھ نہیں دانش بھی لازم ہے
خرد کی رہنمائی ہوش کی تابش بھی لازم ہے

محبّت کی کہانی عام ہے سارے زمانے میں
کوئی حیرت فزا ندرت نہیں اسکے فسانے میں

بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ عاشق جان دیدیں گے
متاعِ عزت و سرمایۂ ایمان دیدیں گے

بصد افتادگی سر ڈالدیں گے پائے جاناں پر
لٹا دینگے زر و لعل و گہر ایمائے جاناں پر

ملا فرمان تو لڑ جائیں گے آندھی سے طوفاں سے
بفیضِ عشق ہنستے مسکراتے جائینگے جاں سے

مثالیں عام ہیں عشّاق کے ایثار و طاعت کی
لہو کی بھینٹ سے گلرنگ ہے دیوی محبّت کی

مگر گردوں رسا تمکین و زیبائی نہیں ان میں
کوئی اعجوبۂ اعجاز و یکتائی نہیں ان میں

یہ رنگیں کارنامے اضطراری انفعالی ہیں
شکوہِ عزم سے کردار کی سطوت سے خالی ہیں

تلمّع ان پہ ہے جذبات کے خوش رنگ پانی کا
تلاطم انمیں ہے جذبات کی اندھی روانی کا

فرار و ناشکیبائی عیاں ہے ان کے چہروں سے
تعطّل اور پسپائی عیاں ہے ان کے چہروں سے

شکست و رجعت و افتادگی بنیاد ہے ان کی
گریز و حیرت و واماندگی بنیاد ہے ان کی

نہیں دشوار دولت صرف کرنا جان دیدینا
تقاضائے دلِ مجبور پر ایمان دیدینا

نہیں دشوار جذب و حال سازِ دل کی تانوں پر
نہیں دشوار وجد و رقص جذباتی ترانوں پر

مگر دشوار ہے وہ مرحلہ انساں کی فطرت پر
جہاں دینی پڑے ترجیح دانش کو محبّت پر

جہاں چڑھتا ہوا طوفان ہو بحرِ محبّت کا
مگر کھینا پڑے نازک سفینہ عقل و حکمت کا

جہاں فرض و محبّت میں کشاکش ہو تصادم ہو
جہاں آنکھوں میں آنسو اور ہونٹوں پر تبسّم ہو

جہاں اپنے ہی جذبے اپنے ہی جذبوں سے ٹکرائیں
جہاں روح و دماغ و دل کی شیرازے بکھر جائیں

جہاں پنجہ کشی کرنی پڑے اپنی ہی قوت سے
جہاں اپنے ہی بل پر جنگ ہو اپنی ہی طاقت سے

پگھل جائے جہاں اعصاب کی قہاّر سنگینی
مگر گرنے نہ پائے سر سے بارِ عاقبت بینی

یہی وہ مرحلہ ہے جس پہ انساں ڈگمگاتا ہے
شعور و ہوش کے سارے تقاضے بھول جاتا ہے

خرد کو ذبح کر دیتا ہے تیغِ جذب و مستی سے
نظر آتا ہے بالکل بے تعلق فرضِ ہستی سے

جھکا دیتا ہے سر بے ہوشیوں کے آستانے پر
گرا لیتا ہے خود ہی برق اپنے آشیانے پر

مگر گذرے ہیں اس دنیا میں وہ مردانِ غازی بھی
وہ بے ہمتا مجاہد بھی وہ لاثانی نمازی بھی

محبت کو جنھوں نے سطوتِ لا انتہا بخشی
شکوہ و عظمت و شوکت کی جنسِ بے بہا بخشی

جنھوں نے عشق کو شاہیِ وفا کو کج کلاہی دی
غمِ اُلفت کو دانائی کے بل پر بے پناہی دی

جنھوں نے عقل کے شیشہ میں مے ڈھالی محبت کی
سر افگندہ خیالوں کو سر افرازی عنایت کی

شکیبائی حریفِ آہن و فولاد تھی جن کی
جوانمردی پہاڑوں کے دلوں کو یاد تھی جن کی

بشر ہو کر بھی جو فوق البشر کردار رکھتے تھے
جمالِ قدس میں ڈوبے ہوئے افکار رکھتے تھے

فلک پیما تھیں قدریں جنکے اخلاقی اصولوں کی
ہوئی تھیں جمع جنمیں نسبتیں سارے رسولوں کی

جنھیں حاصل تھا بیہوشی میں نقدِ ہوش پر قابو
جنھیں حاصل تھا ہر تحریک پر، ہر جوش پر قابو

جو کوئے گمرہی میں عشق کو جانے نہ دیتے تھے
جو خوابوں کے دھندلکے عقل پر چھانے نہ دیتے تھے

ہراک جذبے کو اسکی حد میں رکھنا جانتے تھے جو
فریبی فتنہ گر باطل کی رگ پہچانتے تھے جو

ذرا ان عاشقانِ سوختہ ساماں پہ حیرت کر!

نہ بس حیرت اگر توفیق حاصل ہو تو عبرت کر!

سقیفۂ بنی ساعدہ کی سرگذشت

میں اپنی بات کہنا چاہتا تھا چند لفظوں میں
مناسب مختصر سمٹے ہوئے پابند لفظوں میں

مجھے اُلجھاد یا تفصیل میں گھرے حقائق نے
لطیف و نازک و مستور و سربستہ دقائق نے

نہ ہو اے سننے والے بے مزا بحثِ مفصّل سے
یہاں دشوار تھا اظہارِ مطلب نطقِ مجمل سے

مرا مقصد نہیں دلچسپ افسانے بیاں کرنا
مرا منشاء ہے سچائی کی سب پہلو عیاں کرنا

تمنّا ہے کہ تو اِن کاوشوں کا مُدعا سمجھے
اگر اب بھی نہ تو سمجھے تو بس تجھ کو خدا سمجھے

سقیفہ میں بہت تیزی سے صدّیقؓ و عمرؓ پہنچے
مشیت کام اپنا کر رہی تھی وقت پر پہنچے

سنیں حبشیں کہ اعزازِ خلافت کس کو زیبا ہے
قبائے سروری تاجِ امامت کس کو زیبا ہے

عموماً رائے یہ تھی سلطنت انصار کا حق ہے
جنابِ سعدؓ نے جو کچھ کہا ہی امرِ بر حق ہے

ثبوتِ افضلیت اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا
شرف حاصل ہوا ہو نصرتِ شاہِ دو عالمؐ کا

مُسلّم ہے مدد گارانِ مخلص کی وفا کیشی
مگر کچھ لوگ یہ بولے ز روئے دور اندیشی

"مہاجر بھی تو جتلائیں گے حق اپنا خلافت میں
نہیں کم وہ کسی سے دین و دنیا کی فضیلت میں

کہینگے وہ، نبی کے جاں نثارِ اولیں ہم ہیں
قبولِ حق میں سبقت کرنیوالے بالیقیں ہم ہیں

ہمیں پہلے پہل گھر بار اپنا چھوڑ کے نکلے
محمدؐ کے لئے دنیا سے رشتہ توڑ کے نکلے

سہے ہیں دشمنانِ دین کے جور و ستم ہم نے
سر ان کو دیکے رکھا ہی صداقت کا بھرم ہم نے

حوالہ دیں گے وہ شاہِ دو عالمؐ کی قرابت کا
کرینگے خون کی نسبت سے دعویٰ افضلیت کا

بجا ہے یہ کہ استدلال ہوگا باثر اب ان کا!
تقاضائے عدالت کیا ہی کیا ہوگا جواب ان کا؟"

یہ باتیں سن کے کچھ اربابِ محفل یوں ہوئے گویا
مہاجر ہوں اگر اس منصب و اعزاز کے جویا

تو حق انکا بھی دینا چاہئے عدل و دیانت سے
نہیں منظور سرتابی ہمیں راہِ صداقت سے

یہ ہو سکتا ہے اِک سردار ان کا اک ہمارا ہو
بہم اک دوسرے کا دست و بازو ہو سہارا ہو

امورِ سلطنت مل بانٹ کر انجام دیں دونوں
نہ ہو تفریق باہم ایک ہی پیغام دیں دونوں

تقریرِ حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ

تلاشِ حق کی خاطر تھی یہ ساری گفتگو جاری
عمر فاروق ؓ نے کی بڑھ کے کچھ کہنے کی تیاری

مگر تقریر سے روکا انھیں صدیق اکبر ؓ نے
پہل کی بڑھ کے خود بحرِ خطابت کے شناور نے

بآوازِ اثر انگیز حمدِ ربِّ اکبر کی،
باندازِ ادب آمیز توصیفِ پیمبر کی

کہا اے بھائیو! اے دین کی دولت کے رکھوالو
خدارا توسنِ حق جادۂ باطل پہ مت ڈالو

برائے فیصلہ گہرے تدبّر کی ضرورت ہے
ذرا سی بھول کر بیٹھے تو پیغامِ ہلاکت ہے

تمہیں کچھ یاد ہے ماضی میں کیا احوال تھے اپنے
ہجومِ کفر میں کتنے بُرے اعمال تھے اپنے

سمجھ رکھا تھا سنگ و خشت کو اپنا خدا ہم نے
گھڑی تھے اپنے اوزاروں سے اپنے کبریا ہم نے

صدائے نغمۂ توحید سے نا آشنا تھے ہم
بجائے ایک در کے سیکڑوں در کے گدا تھے ہم

ہماری آدمیت ننگ تھی دامانِ آدم پر
ہماری کم سوادی منکشف تھی چشمِ عالم پر

حقیقی عدل کے مفہوم سے ناآشنا تھے ہم
بزعمِ جبر و قوت خوگرِ ظلم و جفا تھے ہم

ہماری گردنوں میں طوق تھی شرک و جہالت کے
ہمارے بدنما اوصاف دشمن تھے شرافت کے

ہماری جراتوں میں پرورش پاتی تھی بیدردی
سمجھتے تھے بہیمانہ شقاوت کو جواں مردی

درندہ تھی ہماری تیغ رانی، رزم آرائی
ہمارے دم سے لاکھوں بےقصوروں نے سزا پائی

ہمارا مشغلہ تھا قتل و غارت، دجل و قزاقی
ہماری زندگی تھی جام و مینا، بادہ و ساقی

خدا ٹھیرا کے خشت و سنگ کو سجدے کئے ہم نے
جہاں شیطان نے بہکا دیا سر رکھ دیئے ہم نے

حقیقی منزلِ انسانیت سے بےخبر تھے ہم
شرابی، چور، ڈاکو، کینہ پرور فتنہ گر تھے ہم

بزعمِ کبر اولادوں کو زندہ گاڑ دیتے تھے
غرورِ نفس کو غیرت کی جھوٹی آڑ دیتے تھے

برائی کونسی تھی جس کو اپنایا نہ تھا ہم نے
صداقت کونسی تھی جسکو جھٹلایا نہ تھا ہم نے

خدا نے ایسے عالم میں نبیؐ مبعوث فرمایا
فرازِ عرش سے نورِ ہدایت فرش پر آیا

محمدؐ جادۂ توحید دکھلاتے ہوئے آئے
خدا کے دین کی تلقین فرماتے ہوئے آئے

بیاں کی صاف لفظوں میں برائی بُت پرستی کی
حقیقت منکشف کی معصیت کی چیرہ دستی کی

کہا "یہ بت خدا ہرگز نہیں! اللہ واحد ہے
وہ بے بہرہ ہے جو اصنام کی قدموں پہ ساجد ہے

یہ بت کیا ہیں، فقط پتھر، تمہارے ہی تراشیدہ
سراسر بے زباں ہیں بے سکت بیگوش و بیدیدہ

کسی کو مطلقاً نفع و ضرر پہنچا نہیں سکتے
کرشمہ اپنی قدرت کا کوئی دکھلا نہیں سکتے

انھیں چھوڑو، حقیقی مالک و خالق کو پہچانو
مجھے اللہ نے بھیجا ہے میں جو کچھ کہوں مانو

فریب و ظلم و بدکاری سے رشتہ منقطع کر لو
مئے انسانیت سے ساغرِ علم و عمل[۱] بھر لو"

---

[۱] دورانِ کلام میں حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی ــــ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰٓؤُلَاۤءِ شُفَعَاۤؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۱۲

یہ نامانوس باتیں اجنبی تھیں نا شنیدہ تھیں،

انھیں سن کر دلوں کو غیظ تھا وحیں کشیدہ تھیں،

کھلی توہین تھی ان میں ہزاروں دیوتاؤں کی
کھلی تذلیل تھی، تردید تھی سارے خداؤں کی

وہ قدریں جو ہمارے فکر کا دیرینہ محور تھیں
جو صدیوں سے ہمارے واسطے اعلیٰ تھیں بہتر تھیں

وہ سب جھوٹی ہوئی جاتی تھیں پیغامِ پیمبر سے
کٹی جاتی تھیں کثرت کی جڑیں وحدت کے نشتر سے

کہاں وہ کفر پرورده عقیدوں کی فراوانی
کہاں یہ ذکرِ وحدت درسِ حکمت حکمِ قرآنی

بہت مشکل تھی اس باطل ربا نغمہ کی شنوائی
بہت دشوار تھی اس دعوتِ حق کی پذیرائی

مگر کچھ لوگ اس ماحول میں بھی حق نگر نکلے

نبیؐ کے حکم پر لبّیک کہتے بے خطر نکلے

سرِ طاعت جھکانے بے تامّل بے جھجک آئے
بلا تاخیر ایماں دعوتِ توحید پر لائے

نہ پروا کی کہ اِس اقدام کا انجام کیا ہو گا
زمانہ کیا کہے گا کس قدر فتنہ بپا ہو گا

نہ سوچا یہ کہ ہو جائے گی دنیا دشمنِ جانی
اُمنڈ آئے گا ہر جانب سے طوفانِ ستم رانی

تصوّر تک نہیں ممکن تھا اس دم فتح و نصرت کا
نبیؐ کا ساتھ دینا مول لینا تھا ہلاکت کا

مگر وہ لوگ آنکھیں بند کر کے سر جھکا بیٹھے
قبولِ امرِ حق پر جان کی بازی لگا بیٹھے

بہت پھر اہلِ باطل نے دکھائی شانِ جلّادی
بزعمِ خویش کی ہر ہر طرح تکمیلِ بربادی

مقابل چند جانوں کے ہزاروں نے پرے باندھے
بہادر چڑھ کے آئے تیغ داروں نے پرے باندھے

وطن کا بچہ بچہ دشمنِ جاں ہو گیا ان کا
سکوں غارت ہوا آرام و راحت کھو گیا ان کا

بلائیں پھٹ پڑیں بھونچال آئے بجلیاں ٹوٹیں
عزیز و اقربا روٹھے قرابت داریاں چھوٹیں

یہ سب کچھ سہہ گئے سہتے رہے سہتے رہے پیہم

خدا کو ایک ہی کہتے رہے کہتے رہے پیہم

خدا کے دشمنوں نے جب انھیں ثابت قدم دیکھا
جفا بے سود پائی، بے نتیجہ ہر ستم دیکھا

تو طے پایا کہ یہ قصہ ہی جڑ سے پاک کر ڈالیں
لہو آشام تلواروں سے سینے چاک کر ڈالیں

سُلا دیں قبر کے آغوش میں ان خستہ جانوں کو
ٹھکانے سے لگا دیں خاک میں ان بے ٹھکانوں کو

سُنا یہ فیصلہ اربابِ حق نے اہلِ باطل کا
نہ گھبرائے نہ پائے عزم تھرایا نہ دل کانپا

خوشی سے ہو گئے تیار حق پر سر کٹانے کو
تصوّر میں نہ لائے سوئے باطل لوٹ جانے کو

کوئی صورت نہیں تھی دشمنوں سے رستگاری کی
نظر کے سامنے تھی آخری حد جاں نثاری کی

ملا فرمانِ ہجرت مرکزِ فیض و ہدایت سے
کہ اب ظاہر میں بچ سکتی تھیں جانیں صرف ہجرت سے

نکل جائیں وطن سے یا نبیؐ سے واسطہ چھوڑیں
نہیں تو جان دیں تارِ نفس کا سلسلہ توڑیں

کیا منظور بے گھر بے وطن بے آسرا ہونا
ہر اک مال و متاع و ساز و ساماں سے جُدا ہونا

غرض جو کچھ پڑی جھیلا کئے وحدت کے دیوانے
بہت باطل نے سمجھایا نہیں مانے نہیں مانے

یہی وہ لوگ ہیں جو دین میں سب پر مقدم ہیں

یہی اوروں سے پہلے وارثِ شاہِ دوعالمؐ ہیں

نبیؐ کے بعد ہم سب کے حقیقی پیشوا ہیں یہ
خلافت جسکی تھی اسکے عزیز و اقربا ہیں یہ

امیر المومنین ان میں سے چُن کر لایئے پہلے
خلافت بے تامّل ان کو ملنی چاہیے پہلے

مددگارانِ دینِ اللہ ہیں کیا پوچھنا ان کا
رہے انصار تو بے شک بڑا ہے مرتبہ ان کا

جو منصب ہے بڑا از یرِ خلافت انکو مل جائے
مناسب ہے خلافت کی وزارت انکو مل جائے

امورِ سلطنت طے پائیں باہم مشورا ہو کر

رہیں آپس میں دونوں محرمانِ باصفا ہو کر
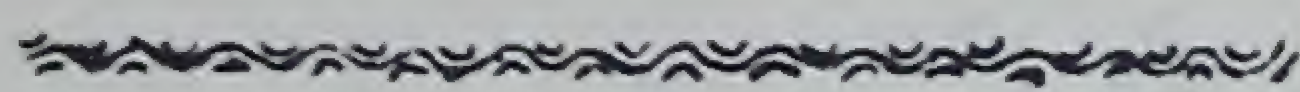
آغازِ خلافتِ راشدہ

جنابِ حضرتِ صدیقؓ کی تقریر کیا کہئے
خلوص و حکمت و ارشاد کی تاثیر کیا کہئے

تذبذب کے افق پر خاورِ شرح و یقیں آیا
سیاست کی انگوٹھی پر صداقت کا نگیں آیا

مخالف گرچہ کچھ انصار تھے اس رائے کے اب بھی
بنا تھی سر پھرے جذبات پر انکے خیالوں کی

جھگڑنا چاہتے تھے وہ متاعِ شہریاری پر
بھروسہ تھا انھیں اپنی خرد کی پختہ کاری پر

مگر جو مقتدر تھے دیدہ ور تھے اہلِ دانش تھے
بیانِ پُر اثر نے کر دیئے تالیف دل اُن کے

بشیرِ ابنِ سعد اٹھّے بصد اخلاص فرمایا
کہ بیشک جادۂ انصاف اب ہم کو نظر آیا

سنو! اے حاملانِ دین اے اخوانِ انصاری! — بہ توفیقِ خدا جو بھی ہوئی تم سے نکوکاری

نہیں تھا اس کا مقصد عزت و توقیرِ دنیا کی — رضامندی فقط منظور تھی معبودِ اعلیٰ کی

کیا جو کچھ بھی تم نے صرف دینُ اللہ کی خاطر — نہ سیم و زر کے لالچ میں نہ حُبِّ جاہ کی خاطر

جسے بھولے سے بھی نازِ و غرورِ دینداری ہے — تخیّل اس کا بیحد مبتذل ہے کاروباری ہے

متاعِ سروری حق ہے قریشی خانوادے کا

دہانہ بند کر دو فتنہ و شر کے ارادے کا

جنابِ حضرتِ صدیقؓ پھر بولے کہ اے لوگو — عمرؓ اور بو عبیدہؓ میں کسی کو منتخب کر لو

یہ دونوں برگزیدہ ہیں عیاں ہے برتری ان کی — فلاح و فوز کا باعث بنے گی سروری ان کی

جواباً عرض کی حضرت عمرؓ اور بو عبیدہؓ نے — نہیں ہم لائقِ تاجِ خلافت آپ کے آگے

نبیؐ کی جانشینی آپ کے حق میں مقدّم ہے — جنابِ مصطفےٰ سے آپ کی قربت مسلّم ہے

نہیں ہے کوئی ہمسر آپ کا اربابِ ہجرت میں
فزوں ہے سب سے حصہ آپ کا یُمن و سعادت میں

بڑائی اور کیا ہو آپ کی ذاتِ معظم کی
امامت آپ نے کی ہے نمازِ فخرِ آدمؑ کی

رہے ہیں آپ غارِ ثور میں دمسازِ پیغمبرؐ
کہاں ہے کوئی حقدارِ امامت آپ سے بڑھ کر

یہ فرماتے ہوئے آگے بڑھے بیعت کی نیّت سے

کیا تعمیلِ حکمِ فرض کا اقدام ہمت سے

اِدھر آگے بڑھے حضرت بشیرِ پاک طینت بھی
خلوص و شوق کے جذبے میں سبقت کر کے بیعت کی

یہ بیعت سنگِ بنیادی تھی ایوانِ خلافت کی
یہیں سے شمع روشن ہو گئی نورِ ہدایت کی

خیال و فکر کی تہ سے دبے جذبے اُبھر آئے
لہو گرما گیا اُترے ہوئے چہرے نکھر آئے

بڑھے اربابِ اخلاص و وفا بیعت پہ بیعت کی
بہ اعلانِ جلی تسلیم صدیقی امارت کی

خبر پھیلی تو ہر جانب سے دوڑے حق کے شیدائی
حقیقی، بے ریا جمہوریت کی شان دکھلائی

قبیلہ در قبیلہ سلسلہ در سلسلہ آیا
رضامندی کی جھریں ثبت کرنے بر ملا آیا

ہوا ظاہر عوام الناس ہیں صدیق رضؓ کے حامی
نہیں باقی رہی جمہوریت کے باب میں خامی

وفورِ حزن سے فق ہو گیا شیطان کا چہرا
بڑے موذی بڑے غارتگرِ ایمان کا چہرا

مجھے میرا سفر مہلت اگر دیتا ٹھہرنے کی
تو یہ پُر پیچ منزل تھی بہت کچھ کہہ گذرنے کی

بیاں کرتا کہ جمہوری حکومت کس کو کہتے ہیں
خلافت کیا ہے اسلامی سیاست کسکو کہتے ہیں

بیاں کرتا کہ کیا ہے انتخابِ عام کا مطلب
ضروری مشورت فی الامر کے پیغام کا مطلب

سریر و تاج کیا ہیں دینِ قیّم کی عدالت میں
حقیقی فرق کیا ہے بادشاہت اور خلافت میں

یہ دنیا آج جو جمہوریت کے راگ گاتی ہے
مکمل انتخابِ عام کے نعرے لگاتی ہے

بیاں کرتا کہ کتنا مکر و فن ہے اسکے راگوں میں
بیاں کرتا کہ کتنی شیطنت ہے اس کے نغروں میں

حسین الفاظ ہونٹوں پر خیالوں میں ریاکاری
مکلّف تربیت پائی ہوئی پُر کار عیّاری

یہ زخمی نوعِ انسانی کی ہمدردی کے نقّارے
یہ فرعونوں کے شدّادوں کے ہامانوں کے ہرکارے

ہر اک خواجہ سرا الفاظ کے شیشہ گروں میں ہے
لہو جمہور کا جمہوریت کے ساغروں میں ہے

بیاں کرتا — مگر افسوس میں کیا کیا بیاں کرتا
کہاں تک گفتگو کو داستاں در داستاں کرتا

سفر دشوار منزل دور ہے رفتار مدّھم ہے
بہت ہیں زندگی کی الجھنیں اور زندگی کم ہے

ابھی کہنی ہیں مجھ کو داستانیں تیس[۱] سالوں کی
کروں گا شرح کس کس موڑ پر اپنے خیالوں کی

مناسب ہے کہ بحثِ این و آں کو مختصر کردوں
قلم کو صرف تاریخی بیاں پر منحصر کردوں

[۱] میرے پیشِ نظر صرف دورِ خلافتِ راشدہ ہے ۱۲

ایک[۱] تصوّر یا خواب

مرے اشعار کا ہر پڑھنے والا منتظر ہوگا ۔۔۔ کہ اب ہونیکو ہے ذکر و بیاں دفنِ پیمبرؐ کا

یہی میرا ارادہ تھا کہ اس منزل سے ہو گذروں ۔۔۔ اگر ممکن نہ ہو ضبط و شکیبائی تو رو گذروں

ہر اک تفصیل تاریخوں سے لایا جستجو کر کے ۔۔۔ حدیثوں پر نظر دوڑائی اشکوں سے وضو کر کے

اٹھایا بارہا انگشتِ لرزاں میں قلم میں نے ۔۔۔ کیا محسوس قلب و روح میں صدیوں کا غم میں نے

تصوّر بن گیا آئینۂ ایامِ پارینہ ۔۔۔ مجلّٰی ہوگئیں نظریں کشادہ ہوگیا سینہ

رُخِ ماضی سے پردہ اُٹھ گیا صدیوں کی دوری کا ۔۔۔ مزا لینے لگی کام و دہن کیفِ حضوری کا

---

[۱] خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ محض حسنِ تصوّر تھا یا عالمِ رویا کا کوئی منظر۔ کاش حقیقت سے بھی اسے کوئی نسبت ہو (ع)

نظر آیا کہ محوِ خواب ہے اِک جسمِ نورانی
چمکتی ہے مثالِ صبحِ صادق جس کی پیشانی

عجب اک حُسنِ لاہوتی عیاں ہے جسکے چہرے پر
عجب اک مسکراہٹ ضوفشاں ہی جسکے چہرے پر

ادائے خامشی گنجینۂ کیفِ تکلم ہے
رُخِ سنجیدگی آئینۂ حُسنِ تبسم ہے

تبسم آہ وہ جاں بخش ودل افروز و بے پایاں
تبسم آہ وہ روشن ستاروں کی طرح تاباں

تبسم جیسے بادِ صبح سے ڈھلکی ہوئی شبنم
تبسم جیسے گہرے پانیوں میں چاند کا عالم

تبسم جیسے طاقِ تیرگی میں شمع جل جائے
تبسم جیسے ہلکی آنچ میں چاندی پگھل جائے

تبسم جیسے نورِ صبح کی معصوم رعنائی
تبسم جیسے اِٹھلاتے ہوئے دریا کی پہنائی

تبسم! کیا کہوں شرح و بیاں سے نطق عاری ہے
تبسم! اب بھی جو احساس کی رگ رگ میں جاری ہے

اچانک اَوجِ گردوں سے ندا آئی کہ ای عامر

غلامِ ابنِ آں! محکومِ دانش! بندۂ ظاہر!

خبر بھی ہے تجھے یہ کون محوِ استراحت ہے؟
میسّر آج تجھ بدبخت کو کس کی زیارت ہے؟

یہ دنیا جس میں تو لایا گیا ہے کیسی دنیا ہے
یہ گرد و پیش رنگ و نور کی جلوہ گری کیا ہے

سنبھل اے بےخبر! پہچان اس دنیائے نوری کو
غنیمت جان اِن دو چار لمحوں کی حضوری کو

یہ دنیا جس میں تو اس وقت ہے "اقلیمِ ہستی" ہے
تخیّل کی فسوں کاری نہیں آباد بستی ہے

یہاں جو کچھ نظر آتا ہے سرتاپا حقیقت ہے
کوئی پردہ نہیں حائل بصیرت ہی بصیرت ہے

یہاں جو کچھ بھی ہے امر ہے، لافانی ہے محکم ہے
یہ عالم تیری عالم سے کہیں پائندہ عالم ہے

فسانہ لکھ رہا ہے بےادب تو جن کے مرنے کا

وہ تیرے سامنے ہیں وقت ہی کچھ کم گذرنے کا

بڑھا آگے قدم پیروں پہ جھک جا تھام لے دامن ۔۔۔ یہی ہیں رحمت و بخشش کا مرجع لطف کا مخزن

یہی ہیں ہاں یہی ہیں مرکزِ الطافِ ربانی ۔۔۔ یہی ہیں فخرِ آدم پرتوِ انوارِ سبحانی

بیاں کر حالِ دل اپنا سراپا عرضِ غم ہو جا! ۔۔۔ جبیں تلووں سے مل، پابستۂ شاہِ امم ہو جا!

عجب کیا ہے نگاہِ مہر تیری سمت اُٹھ جائے
تری قسمت ہمیشہ کے لئے آسودگی پائے

یہ صوتِ آسمانی گوشِ حیرت سے سُنی میں نے ۔۔۔ عجب سرمستی و رقصندگی محسوس کی میں نے

یقیں آتا نہ تھا گوش و نظر کی باریابی کا ۔۔۔ یقیں! اس درجہ اُونچی بیش قیمت کامیابی کا

الٰہی! کیا یہ سچ ہی؟ کیا یہ سرکارِ دو عالم ہیں؟ ۔۔۔ نہیں! ہاں ہاں! مگر میرے حواسِ ہوش برہم ہیں!!

کہاں میں فاسق و فاجر کہاں یہ پاک نظارہ ۔۔۔ کہاں اک حسنِ لاہوتی کہاں اک چشمِ آوارہ

کہاں وہ مہبطِ حُسنِ ازل یکتائے کُل عالم کہاں مجھ عاصی و بدکار کی بے نور چشمِ نم

اسی جذبہ میں تھا میں یک بیک منظر نے رُخ بدلا

نزاکت سے ادائے خوابِ پیغمبر نے رُخ بدلا

ہوئی پلکوں کو جنبش کھل گئیں آنکھیں نظر اٹھی نظر اٹھی کہ رنگیں موجۂ دیوانہ گر اٹھی

نظر! اُف وہ نظر جیسے ثریا سے کرن چھوٹے بساطِ کہکشاں سے ناوکِ نور و ضیا چھوٹے

خمار انگیز و لرزہ خیز و دل افروز و جاں افزا کشش آمیز، جذب و کیف میں ڈوبی جگر پیما

ہوئی ہونٹوں میں لرزش روئے خاموشی پہ بل آیا

بڑے شفقت بھری انداز میں حضرتؐ نے فرمایا

کہ اے نامحرمِ حسنِ یقیں بلاے شاعرِ ناداں! نہ ہو اس درجہ بیخود بے خبر وارفتہ و حیراں

ترے اعمال ہیں بے شک بہت مذموم و ناگفتہ ترا ایمان ہے ناقص ترا ادراک ہے خفتہ

تری رودادِ فسق و معصیت کو جانتے ہیں ہم
تری گمراہیوں کی ہر ادا پہچانتے ہیں ہم

مگر وہ اک تڑپ جو پُر فشاں ہے تیری سینے میں
وہ اک شعلہ جو ہر لحظہ تپاں ہے تیری سینے میں

وہ بیتابی جو تیری روح میں جولان و رقصاں ہے
وہ پیہم بے قراری جس سے تیرا قلب لرزاں ہے

وہ کیفیت جو تجھ کو پارۂ سیماب رکھتی ہے
وہ کاہش جو تجھے دیوانہ وش بیتاب رکھتی ہے

وہ مبہم جستجو، الجھن، طلب، پرواز و جولانی
وہ غم جو بیکراں ہے باوجودِ تنگ دامانی

وہی ہے جس کے صدقے سے نوازا جا رہا ہے تو
ہمارے سامنے شرفِ حضوری پا رہا ہے تو

یہ سب اللہ کی نکتہ نوازی کا کرشمہ ہے
خطا پوشی کا شانِ بے نیازی کا کرشمہ ہے

وہ جب چاہے جسے چاہے عطا سے بہرہ ور کر دے
گدائے بے سر و ساماں کو شاہِ بحر و بر کر دے

نہ گھبرا نا مساعد وقت کی پیچیدہ حالت سے
کئے جا کام اپنا تن دہی سے فکر و محنت سے

بقدرِ استطاعت کام کرنا فرض ہے تیرا
اثر ہو خوب یا ناخوب یہ ہے مرضئ مولا

زبانِ شعر سے تاریخ کا نغمہ سُنائے جا
خلوصِ قلب سے الفاظ کی محفل سجائے جا

ابھی تک سُست ہے، رفتار تیری پائے ہمّت کی
ضرورت ہے جفا کیشی کی سرگرمی کی عجلت کی

ذرا سی دور چل کر ڈگمگاتا ہے قدم تیرا
ٹھٹکتی ہیں نگاہیں تھرتھراتا ہی قلم تیرا

بھٹکتا پھر رہا ہے راستے کے پیچ و خم میں تو
اُلجھ کر رہ گیا ہے عقل کے دامِ ستم میں تو

ترا منصب نہیں بحث و نظر، نغمہ سرا ہے تو
دلوں کی چارہ سازی کے لئے گرمِ نوا ہے تو

نہ جا اس درجہ شرح و بسط کی جولانگاہوں میں
سفر دشوار ہے منزل کو رکھ اپنی نگاہوں میں

یہ ارشادِ پیمبرؐ ختم ہوتے ہی سماں بدلا
طلسمِ محویت ٹوٹا مکان و لامکاں بدلا

پلٹ آیا میں اپنے خاکدانِ تنگ و تیرہ میں
اُسی محسوس و دیرینہ جہانِ تنگ و تیرہ میں

نہ وہ محفل رہی قائم نہ وہ جلوے رہے باقی
نہ وہ بادہ نہ وہ مینا نہ وہ ساغر نہ وہ ساقی

وہی میں تھا وہی دنیائے خشت و سنگ تھی میری
طبیعت دنگ تھی میری نظر چو رنگ تھی میری

خدا معلوم یہ سب کچھ حقیقت تھی کہ افسانہ
میں ہوں ہردم اسی دیوانہ گر منظر کا دیوانہ

ارادہ[۱] جب بھی کرتا ہوں بیانِ دفنِ حضرت کا
اُسی جانب پلٹ جاتا ہے رُخ چشمِ بصیرت کا

حقیقت یہ ہے اب کہنے کو باقی بھی رہا کیا ہے!
مآلِ جسمِ میّت دفن ہونے کے سوا کیا ہے!

ہوئی تدفین، حضرت عائشہؓ کے پاک حجرے میں
حریفِ ماہ و انجم رشکِ صد افلاک حجرے میں

---

[۱] آنحضورؐ کے دفن کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل کتابوں میں محفوظ ہے۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میری جذباتیت اس مرحلہ پر حدودِ ضبط میں نہ آسکی ۱۲۔

نبیؐ کی گود بننے کا شرف مٹی کو ملنا تھا

ہزاروں موتیوں کا اک صدف مٹی کو ملنا تھا

مبارک اے مدینے کی زمینِ پاک کے ذرّو!
تجلّی ریزہ پارو! مقدّس خاک کے ذرّو!

تمہارے در پہ ہو جاتی رسائی کاش میری بھی
تمہاری گود میں تسکین پاتی لاش میری بھی

میسّر مجھ کو سرکارِ دو عالمؐ کا جُلو ہوتا

تمہیں ماتھے سے مل کر پیشِ داور سُرخرو ہوتا
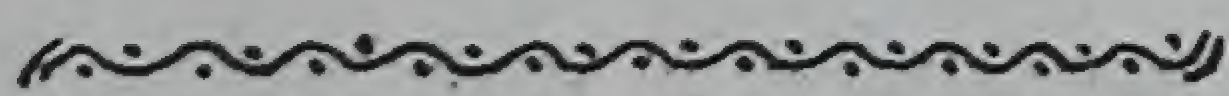
زاویۂ نگاہ
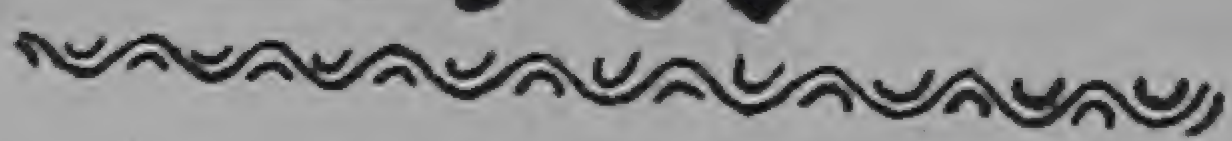
جہاں میں منصب و اعزاز کی معراج ہی شاہی
عروج و عظمت و اقبال کی سرتاج ہے شاہی

جسے شاہی ملی، سب کچھ ملا دنیا کی نظروں میں
وہ ہر نعمت کا مالک بن گیا دنیا کی نظروں میں

خوشی، آرام، دولت، عیش سب کچھ ہو گیا اس کا
یہی معیار و اندازِ نظر ہے ساری دنیا کا

مگر اسلام میں مفہومِ شاہی اور ہی کچھ ہے
خلافت، حکمرانی، کج کُلاہی اور ہی کچھ ہے

وہ اک زنجیر ہے بوجھل، گراں، مضبوط، پابستہ
عظیم الشّان ذمّہ داریوں کے ساتھ وابستہ

وہ اِک تلوار ہے کردارِ انسانی کی گردن پر
وہ اِک بجلی ہے لہراتی ہوئی ایماں کے گلشن پر

کسوٹی ہے دیانت کی ترازو ہے امانت کی
اگر ہلکی سی لغزش ہو تو منزل ہے ہلاکت کی

خلافت پر کیا جب اتفاقِ رائے اکثر نے
کیا محسوس اک بارِ گراں صدیقِ اکبرؓ نے

نہ وہمِ برتری گذرا نہ عظمت کا خیال آیا
نہ قلبِ پاک نے کوئی پیامِ سرخوشی پایا

بجائے سرخوشی پائے تخیّل ہو گیا بوجھل
تصور کے جہانِ پُر سکوں میں پڑ گئی ہل چل

ہوئی تشویش اس بارِ امانت کو اُٹھانے کی
جہانبانی کی گہری الجھنوں پر فتح پانے کی

اگر ہوتا نہ خطرہ سامنے تفریقِ امت کا
نہ چھوتے آپ ہرگز دامنِ زرّیں حکومت کا

یہ خطرہ تھا کہ بگڑی بات بنجائے نہ شیطاں کی
منافق گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں اہلِ ایماں کی

اسی خطرے نے اک بے مثل درویشِ مکمّل کو
زعیمِ اتّقا کو تارکِ دنیائے اسفل کو

کیا تاجِ شہی منظور کرلینے پہ آمادہ

شرارت کوش باطل کی خبر لینے پہ آمادہ

خلیفۂ اوّل کا خطبۂ اوّل

ابھی گذرے نہ تھے کچھ روز آغازِ خلافت کو
دیا خطبہ یہ ظل اللہ نے اربابِ امت کو

عزیزو! تم نے اک بارِ امانت مجھکو سونپا ہے
رسول اللہ کا حقِ نیابت مجھ کو سونپا ہے

رسول اللہ کا طرزِ عمل دیکھے ہوئے ہو تم
مکمّل تر نظامِ بے خلل دیکھے ہوئے ہو تم

تمہارے دل میں پیدا فطرتاً یہ آرزو ہو گی
کہ تقلیدِ رسول اللہ مجھ سے ہو بہو ہو گی

مجھے تولو گے تم کردارِ پیغمبرؐ کے میزان میں
جھلک ڈھونڈو گے تم نورِ ہدیٰ کی میرے ایماں میں

مگر سُن لو کہ میں اِک ناکس و ناچیز انساں ہوں
فریبِ نفس کی حیلہ طرازی سے پریشاں ہوں

اگر میرا عمل ہم رنگ ہو رنگِ صداقت کے　　مری آواز ہم آواز ہو سازِ ھدایت کے

اگر احکام میرے حاملِ احکامِ قرآں ہوں　　مرے اقوال حسبِ اقتضائے دین و ایماں ہوں

تو بے شک تم پہ لازم ہے سرِ تسلیم خم کرنا

وفا کا نقش لوحِ زندگی پر مُرتَسم کرنا

نہیں تو میں اگر راہِ صداقت سے بھٹک جاؤں　　مقدّس جادۂ دین و دیانت سے بھٹک جاؤں

تو ہرگز تم صراطِ جہل و گمراہی پہ مت جانا　　تمہارا کام ہو گا مجھ کو راہِ راست پر لانا

یہ ساری رونقِ بازارِ دنیا چند روزہ ہے

یہ جشنِ ہستی و بزمِ تماشا چند روزہ ہے

فضائے زیست پر چھایا ہوا ہے موت کا سایہ　　حقیقت میں بہت ہی ہیچ ہے دنیا کا سرمایہ

اجل سر پر کھڑی ہے چشمِ دل سے درسِ عبرت لو　　مآلِ زندگی سے ناخنِ عقل و بصیرت لو

نہ اتراؤ چراغِ زندگی کی جگمگاہٹ پر　لگاؤ گوشِ دل کو موت کے قدموں کی آہٹ پر

کہاں ہیں وہ جو نقدِ زندگی پر ناز کرتے تھے　مئے غفلت سے مینائے نشاط و عیش بھرتے تھے

کہاں ہیں وہ جنہیں دعوے تھے اپنے زورِ بازو کے　جو غافل تھے اجل کے بے نہایت جبر و قوت سے

کہاں ہیں وہ جنہیں غرہ تھا اپنے ساز و ساماں پر　اُٹھا کر رکھ چکے تھے موت کو جو طاقِ نسیاں پر

وہ سب آخر کو مٹی ہو چکے قبروں میں جا سوئے

بصد حسرت چراغِ حسرت و ارماں بجھا سوئے

نہیں باقی بساطِ ارض پر نام و نشاں ان کا　نہ کچھ بھی ان کے کام آیا غرورِ رائگاں ان کا

کھلی آخر کو ان پر زندگی کی تنگ دامانی　فسانہ گو ہے ان کی منہدم قبروں کی ویرانی

حیاتِ ظاہری جب اسقدر بے ساز و ساماں ہو

سپردِ خاک ہو جانا ہی جب تقدیرِ انساں ہو

تو کس برتے پہ دیں ترجیح اس دنیا کو عقبیٰ پر
وہ عقبیٰ جو فنا کی حکمرانی سے ہے بالا تر

جہاں شام ابد تک زندگی کی شہریاری ہے
جہاں صیدِ اجل کوئی نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اگر کچھ عقل ہے تیار زادِ آخرت کر لو
جو آئے کام اُس توشے سے ظرفِ زندگی بھر لو

عمل کو رنگ دو پاکیزہ اخلاق و عبادت کا
ڈرو اس سے کہ کھلنے ہی کو ہے دفتر قیامت کا

بچو مکر و دغا سے فتنہ، ظلم و شقاوت سے
کرو پرہیز نفسانی تقاضوں کی اطاعت سے

جہاں میں عام کر دو اسوۂ پاکِ پیمبرؐ کو
جراحت سے بچاؤ دین کے جسمِ مطہر کو"

یہ خطبہ سب سے پہلا خطبۂ سرکارِ عالی تھا
شکوہِ قیصری سے نخوتِ شاہی سے خالی تھا

سُنی تو ہوں گی تم نے عام سلطانوں کی تقریریں
پڑھی تو ہونگی تم نے حال اور ماضی کی تحریریں

کہیں دیکھی بھی ہے سارے زمانے میں مثال اسکی
کسی تاریخ میں منقول ہے طرزِ مقال اس کی

نہیں ہرگز نہیں یہ آپ ہی اپنا نمونہ ہے
حقائق کی نمائش گاہ میں تنہا نمونہ ہے

نمایاں اس سے ہے بنیاد قرآنی سیاست کی
منقش اس میں ہے تصویر اسلامی حکومت کی
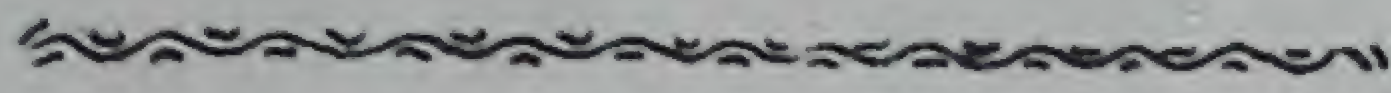
موت اور زندگی

کوئی نادان یہ سمجھے کہ یہ تقریرِ صدیقی
پیامی ہے فرارِ زندگی کی ترکِ دنیا کی

تعطّل، رجعت و افتادگیّ و یاس ہے اس میں
ہراساں کرنے والی شدّتِ احساس ہے اس میں

سبق دیتی ہے یہ رہبانیت کا ناصبوری کا
ترقی کے حیات افروز ایوانوں سے دوری کا

اثر سے اس کے پائے عزم وہمت ڈگمگاتا ہے
چراغِ جہد و کاوش اسکی رو میں جھلملاتا ہے

یہ اندازِ نظر دھوکا ہے ظاہر بیں نگاہوں کا
نہیں سمجھا انھوں نے پیچ و خم ہستی کی راہوں کا

عیاں ہے چشمِ اہلِ ہوش پر یہ رازِ پائندہ
کہ شمعِ زندگی ہے موت ہی کے دم سے تابندہ

اجل ہی سے فلک پیما ہوا ہے زلیست کا پایہ
بہ فیضِ مرگ جنسِ زندگانی ہے گراں مایہ

اجل محور ہے بہم گردشِ خورشید ہستی کا
اجل منبع ہے صہبائے بقا کے سُکر و مستی کا

اگر مرنا نہ ہو تقدیر موجوداتِ عالم کی
ہنا ہل جائے جبر و قدر کے ایوانِ محکم کی

اگر مرنا نہ ہو انسان کی چشمِ تصور میں
سفینہ ڈوب جائے عقل کا بحرِ تحیّر میں

بساطِ دہر سے انسانیت کا نام مٹ جائے
مذاہب ختم ہوں روحانیت کا نام مٹ جائے

صداقت پاکبازی حق شعاری ختم ہو جائے
رواداری مروّت جاں نثاری ختم ہو جائے

فنا ہو جائے اخلاقی اصولوں کی سرافرازی
مجسّم شیطنت ہو جائیں سارے ترکی و تازی

حیا ایمان امن و عدل ایثار و وفاداری
ہر اک پاکیزہ شئے ہو جائے نذرِ جہل و خونخواری

ہوا و حرص پر کھُل جائیں آزادی کی سب راہیں
مہذّب بستیاں بن جائیں ننگی معصیت گاہیں

یہ مرنا ہی تو ہے جس پر مدارِ نظمِ ہستی ہے
یہ موجودات کی بستی عدم کے دم سے بستی ہے

یہی ہے جس نے ضبط و نظم کا جذبہ اُبھارا ہے
یہی ہے جس نے تہذیب و تمدّن کو سنوارا ہے

یہی فرعونی و کبر و انانیّت کی قاتل ہے
حریفِ معصیت ہے بے لگامی کی مقابل ہے

جیشِ اُسامہؓ
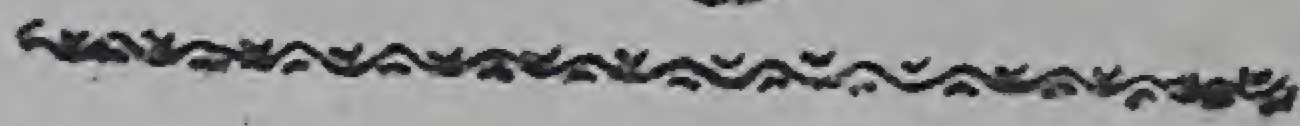
اِدھر یہ سوز میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی
اُدھر پائے عمل نے گرمیِ رفتار دکھلائی

کہا "فوجِ اُسامہؓ جلد تر تیار ہو جائے
مہم جو زیرِ تجویزِ پیمبرؐ تھی وہ طے پائے

خدا کے نام پر مرمٹنے والے پہلی فرصت میں
رواں ہوں روم کی جانب اُسامہؓ کی قیادت میں

یہی وہ فرض ہے جس کو ادا کرنا مقدّم ہے
بہ ایمائے رسالت اس کی اہمیّت مسلّم ہے

اُسامہؓ ایک خوش قسمت نصیبہ ور صحابی تھے
بہت کم عمر تھے پھر بھی بہت برتر صحابی تھے

مراتب میں تھی رشکِ صد جوانی کمسنی ان کی
بقیدِ خورد سالی معتبر تھی سروری ان کی

رسول اللہؐ نے ان کو سرِ لشکر بنایا تھا
شجاعانِ عرب کی فوج کا افسر بنایا تھا

لوا بخشا تھا دستِ پاک سے خود شاہِ دوراں نے
دیا تھا خلعتِ اعزاز سلطانوں کے سلطاں نے

بہ حکمِ خاصِ پیغمبرؐ ملی تھی ان کو سرداری
عطا کی تھی نبیؐ نے ان کو سالاروں کی سالاری

یہ قصہ ہے وصالِ پاک سے کچھ روز پہلے کا
حجابِ جلوۂ لولاک سے کچھ روز پہلے کا

ہوئے جب جمع میدانِ جُرُف میں لشکری سارے
سمائے دین و ایماں کے ثوابت اور سیارے

اچانک رحلتِ شاہِ دو عالم کی خبر پہنچی
مثالِ ناوکِ دلدوز تا قلب و جگر پہنچی

خبر سن کر یہ کیا ممکن تھا ہوتا وہ سفر جاری
قدم شل ہو گئے، احساس پر لرزہ ہوا طاری

جگر ٹکڑے ہوئے دل کپکپائے پاؤں تھرائے
ہزاروں زخمہائے خونچکاں اک وار میں کھائے

یہی قصہ تھا جس پر مشتمل تھا حکم صدیقیؓ
یہی تھی وہ مہم جو تشنۂ تکمیل باقی تھی

صحابہؓ کا مشورہ

سُنایہ حکم جب عالی گُہر اربابِ ملت نے
خلافِ مصلحت جانا اسے ان کی فراست نے

ادب سے عرض کی "اے جانشینِ ہادیِ دوراں
بظاہر مصلحت سے دور ہے یہ آپ کا فرماں

نزاکت وقت کی ظاہر ہے چشمِ عقل و دانش پر
کمندیں ظلمتوں کی پھینکتے ہی ہیں حق کی تابش پر

شیاطیں جی اٹھے ہیں رحلتِ شاہِ دوعالمؐ سے
اُلٹنا چاہتے ہیں تختِ ایماں دستِ برہم سے

اگر ایسے میں لشکر چل دیا دارالخلافت سے
کریں گے سرکشی اللہ کے دشمن اطاعت سے

چمک اٹھینگے کھل کھیلیں گے ہنگامے اٹھائیں گے بغاوت کرکے جو کچھ بن پڑے گا کر دکھائیں گے

سمجھ لیں گے کہ اب یلغار کا موقع غنیمت ہے نہیں جب فوج ہی موجود پھر ڈر ناحماقت ہے

مناسب ہے کہ بیرونی مہم فی الحال رہنے دیں

مقامی سرکشوں کے ولولے پامال رہنے دیں"

اُس وقت کی عام حالت

مسلمانوں پہ بیشک سخت نازک وقت آیا تھا سحاب امتحان و ابتلا ہر سمت چھایا تھا

بھیانک سنگدل بیباک فتنے جاگ اُٹھے تھے شرارت کے عزائم لے کے زہری ناگ اُٹھے تھے

نفاق و افتراق و فتنہ و شر پھوٹ نکلا تھا بغاوت اور شورش کا سمندر پھوٹ نکلا تھا

خبر طغیانیوں کی دیرہی تھیں تہ نشیں موجیں دھڑکتی تھیں فضا میں آندھیوں کی آتشیں نبضیں

مسلمانوں پہ خوف و اضطراب و یاس طاری تھا
شکست و انتشار و ضعف کا احساس طاری تھا

بہت سی بندگانِ دین مرتد ہوتے جاتے تھے
وفورِ بیدلی میں ہوش و ہمت کھوتے جاتے تھے

یہ عالم تھا کہ جیسے اب بکھر جائیگا شیرازہ
یہ حالت تھی کہ جیسے بکریوں بھیڑوں کا اِک گلّہ

اندھیری سرد بھیگی رات میں ہر سو بھٹک جائے
نہ گلّہ بان ہو کوئی جو سیدھی راہ پر لائے

پُرانے دشمنوں نے ظلم و قزّاقی کی ٹھانی تھی
فضا مسموم تھی آمادۂ آتش فشانی تھی

بہت مخدوش تھی باطل کی ظلمت پوش منصوبے
ہلاکت آفریں شوریدہ سر پُر جوش منصوبے

وصالِ سرورِ کونین گویا اِک قیامت تھی
ہر اک ذرّے سے ظاہر انقلاب انگیز ہیئت تھی

نگوں سر تھے جو مدّت سے یہودی اور نصرانی
انھوں نے بھی کیا آغازِ دجل و فتنہ سامانی

رُکاوٹ تھی تو بس اتنی کہ فوجِ حق سے ڈرتے تھے
اسی خطرے سے دب جاتے تھے جو فتنے اُبھرتے تھے

صدّیق اکبرؓ کا جواب

سُنا یہ مشورہ جب حضرتِ صدیق اکبرؓ نے
کیا اظہارِ نامقبولیت چہرے کے تیور نے

کہا۔ "اے مجھ کو اس فرمانِ حق پر ٹوکنے والو!
محمدؐ کے مجوّزہ معرکے سے روکنے والو!

قسم اس ذاتِ حق کی میری جاں ہے جسکے قبضے میں
زمین و آسماں کون و مکاں ہے جسکے قبضے میں

اگر لشکر کے جانے سے وطن ویرانہ ہو جائے
یہ ساری رونقِ دشت و دمن افسانہ ہو جائے

اگر خونخوار چیتے بھیڑیے چڑھ چڑھ کے آجائیں
نہ ہو میرا معاون کوئی۔ پھاڑیں اور کھا جائیں

تو میں پھر بھی نہ مانوں گا نہ مانوں گا نہ مانوں گا
جو تجویزِ پیمبرؐ تھی اسی کو ٹھیک جانوں گا

اگر اس باب میں اہلِ تدبّر کو تأمّل ہے
اگر دستِ خرد محرومِ دامانِ توکّل ہے

لہ تاریخی الفاظ یہ ہیں:۔ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْ ظَنَنْتُ۔ اَنَّ السِّبَاعَ تَخْطِفُنِی لَاُنْفِذَنَّ۔ جیش اُسامہ کما امر بہٖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَوْ لَمْ یَبْقَ فِی الْقُرٰی غَیْرِی لَاُنْفِذَنَّہٗ ۱۲

تو میں تنہا کروں گا بالیقیں تقلیدِ پیغمبرؐ

بلا بحث و نظر لاریب ہے تائیدِ پیغمبرؐ

ایک اور عذر

حبیبِ سرورِ کونین کا یہ فیصلہ سُن کر
جُرُف کی چھاؤنی میں مستعد ہونے لگا لشکر

ذرا سی بات لیکن درمیاں میں اب بھی باقی تھی
گرہ نازک سی دامِ این و آں میں اب بھی باقی تھی

عمر فاروقؓ سے انصار نے یہ بات کہلائی
کہ لازم ہی اگر ہے کوچ بہرِ رزم آرائی

تو بہتر ہو امیرِ کارواں تبدیل فرما دیں
ادھورے اہتمامِ جنگ کی تکمیل فرما دیں

اُسامہؓ کی جگہ بھیجیں کسی مردِ مُعمّر کو
کسی تیغ آزما کو مردِ میداں کو قوی تر کو

لہ یہ لفظ بہ لفظ تاریخی عبارت نہیں ۔ بلکہ انصار کا ذہنی مفہوم ہے ۱۲

اُسامہ عمر[۱] میں کم ہیں نہیں موزوں سالاری

کہیں مہلک نہ ہو سالار کی ناتجربہ کاری

جوابِ صدّیق رض

یہ سُننا تھا کہ غصہ حضرتِ صدیق رض کو آیا
غضب آلود و لرزہ آفریں لہجے میں فرمایا

قیامت ہی قیامت اے عمر کیا کہہ رہے ہو تم
خرد کے زعم میں باطل کی رو پر بہہ رہے ہو تم

ارے کیا جس کو سرداری عطا کی تھی پیمبر صلعم نے!
تُو اب خشا تھا جس کو آپ کے دستِ مُطہّر نے!

وہ ناموزونِ منصب ہے اسے میں برطرف کر دوں؟
بہ پاسِ مصلحت حکمِ پیمبر صلعم کو حذف کر دوں؟

نہیں ہرگز نہیں۔ مجھ سے یہ جُرأت ہو نہیں سکتی
رضائے شاہِ دوراں کی اہانت ہو نہیں سکتی

۱؎ حضرت اُسامہ رض کی عمر اس وقت ۱۹ برس کی تھی ۱۲

مجاہد سب اُسامہؓ ہی کی سرداری میں جائینگے

خدا کی راہ میں مر جائیں گے یا فتح پائینگے

ایک حیرتناک نظارہ

نہیں باقی رہا اب کوئی پہلو عذر داری کا
درِ تسلیم پر سر جھک گیا طاعت گذاری کا

خلیفہ چھاؤنی میں خود گئے ہمّت بڑھانے کو
یقین و اتحاد و عزم کی مشعل دکھانے کو

اٹھایا جب قدم بہرِ سفر اربابِ ہمّت نے

نیا اِک منظرِ پُرکار دیکھا چشمِ فطرت نے

اُسامہؓ اُونٹ پر تھے اُونٹ محوِ خوش خرامی تھا
شروعِ کار کی منزل میں شوقِ تیز گامی تھا

جلو میں حضرتِ صدیقؓ پیدل چلتے جاتے تھے
چمکتی ریت کے ذرّات آنکھیں ملتے جاتے تھے

کبھی دیکھا نہ تھا چشمِ فلک نے ایسا نظّارہ
کہ جھک سکتا ہے یوں بھی آدمی کا نفسِ امّارہ

کہیں فرماں روایوں ریت میں پیدل بھی چلتے ہیں
کہیں سلطان راہوں میں پیادہ پا نکلتے ہیں

کہاں کمسن اُسامہ اونٹ پر شامل سواروں میں
کہاں شاہِ عرب پہلو بہ پہلو خاکساروں میں

سبق آموزِ فرِ قیصر و کسریٰ تھا یہ منظر
غرور و کبر و نخوت کے لئے شعلہ تھا یہ منظر

اُسامہؓ نے کہا اے محترم اے قوم کے سرور
مناسب ہے کہ رکھیں آپ بھی تشریف مرکب پر

نہیں تو اذن دیں مجھ کو سواری سے اُترنے کا
ضروری ہے سبق سردار کی تعظیم کرنے کا

کہا بوبکرؓ نے۔ بیٹھے رہو اپنی سواری پر
مجھے رہنے دو قائم یوں ہی میری خاکساری پر

نہ میں بیٹھوں گا مرکب پر نہ تم اُترو سواری سے
نہ پہنچے گا مجھے کوئی زیاں اس خاکساری سے

اگر کچھ دور تک پیدل چلوں میں راہِ مولا میں
تو کیا گھٹ جائیں گے میرے مراتب دین و دنیا میں

نظر میں ہے مری پیغمبرِ صادق کا فرمودہ
کہ ہوتے ہیں قدم جو راہِ حق میں گرد آلودہ

بڑا رتبہ ہے ان کا بارگاہِ عفو و رحمت میں
ثواب ان کا معینِ مغفرت ہوگا قیامت میں

نیاز و عجز و آشفتہ سری بنیادِ عزت ہے
خدا کی راہ میں پیدل روی کارِ سعادت ہے

مقرر نیکیاں ہیں سات سو ہر گام کی حق میں
گنہ اتنے ہی بخشے جائینگے اس کام کی حق میں

خلیفۃ المسلمین کی رخصتی تقریر

سفر جاری رہا کچھ دور یوں ہی دین داروں کا
وفا پیشہ جفاکش کج کلا ہوں شہسواروں کا

بالآخر لوٹنا تھا حضرتِ صدیق اکبرؓ کو
دیا اِک خطبۂ پاکیزہ تر ٹھیرا کے لشکر کو

کہا۔ اے تیغ دارو! سرفروشو! حوصلہ مندو! خدائے لم یزل کے برگزیدہ منتخب بندو!

بہ حقِ امن میدانِ وغا میں جا رہے ہو تم بہ حکمِ دینِ حق راہِ خدا میں جا رہے ہو تم

نہ تلواروں پہ تکیہ ہے نہ زعمِ زور و قوت ہے فقط اللہ پر تکیہ ہے امیدِ اعانت ہے

خمارِ فتح میں انصاف سے غافل نہ ہو جانا خلافِ عدل جبر و ظلم پر مائل نہ ہو جانا

میں اندھے نشّۂ قوت کی بدمستی سے ڈرتا ہوں خدا محفوظ رکھے دس نصائح تم کو کرتا ہوں

دس نصیحتیں

خیانت[۱] دشمنِ ایماں ہے بچنا تم خیانت سے نہ ہٹنے پائے ایماں کا قدم راہِ دیانت سے

نفاقِ[۲] باہمی بنیادِ ادبار و ہلاکت ہے ہمیشہ اس سے کوسوں دور رہنے کی ضرورت ہے

کرو جب عہد اپنے عہد[۳] پر ثابت قدم رہنا کہ ہے ایفائے وعدہ شاہدِ ایمان کا گہنا

نہ کرنا مسخ لاشوں کو یہ حیوانی طریقہ ہے / شقاوت کا امیں ہے غیر انسانی طریقہ ہے

نہ اُٹھے تیغ بوڑھوں عورتوں بچوں کی گردن پر / نہ آنے پائے دھبہ شانِ مردانہ کے دامن پر

نہ کاٹا جائے پھلنے پھولنے والے درختوں کو / کہ لازم ہے لحاظِ رطب و یابس نیکبختوں کو

روا ہے گو کہ اونٹوں بکریوں گاؤں کی قربانی / مگر ہے بےضرورت ذبح کرنا ان کو نادانی

ضرورت ہو اگر کھانے کی بیشک ذبح کر لینا / ضرورت جب نہ ہو مت خونِ ناحق اپنے سر لینا

وہ پیرانِ کلیسا محو ہوں جو کنجِ خلوت میں / وہ راہب مست ہوں جو اپنی تسبیح و عبادت میں

نہ کرنا ان کو بیکل چھوڑ دینا ان کی حالت پر / کہ اس سے حرف آ جائے گا اسلامی عدالت پر

بروئے کار کچھ ایسے بھی اہلِ کفر آئیں گے / تمہارے سامنے جو خوانِ نعمت چن کے لائیں گے

سجا کر پُر تکلف برتنوں میں قیمتی کھانے / وہ آئینگے تمھیں راہِ نشاط و عیش دکھلانے

ہر اک کھانے پہ تم نامِ خدا کا ورد کر لینا / مئے یادِ الٰہی سے دلوں کے جام بھر لینا

کچھ ایسے[۱] وحشیوں سے بھی تمہارا سامنا ہو گا　　کہ ظاہر جن[۱] کا خُبثِ باطنی کا آئینہ ہو گا

سروں کے گرد وہ بالوں کو چپکائے ہوئے ہوں گے　　مگر چندیا انکو بالکل صاف منڈوائے ہوئے ہوں گے

اُنھیں تم بے تکلف تازیانوں کی سزا دینا　　مزا وحشت طرازی فحش کاری کا چکھا دینا

بڑھو نامِ خدا لے کر خدا کا بول بالا ہو

تمہارا ہر قدم درسِ عدالت دینے والا ہو

خدا محفوظ رکھے ناوکوں سے تمکو دشمن کے　　رہو مامون تم طاعون سے مہلک وباؤں سے

---

[۱] دسویں نصیحت کا تاریخی متن یہ ہے:۔ وَتَلْقُوْنَ اَقْوَامًا قَدْ فَحَصُوْا اَوْسَاطَ رُؤُسِہِمْ وَتَرَکُوْا حَوْلَهَا مِثْلَ الْعَصَائِبِ فَاَخْفِقُوْهُمْ بِالسَّیْفِ خَفْقًا۔

اندیشۂ باطل

یہ خطبہ دے کے شاہِ ذی حشم لوٹے مدینے کو
ابھی کھینا تھا طوفانوں میں ملّت کے سفینے کو

ابھی اک غیر فانی دور کی تعمیر کرنی تھی
ابھی باطل کی سدِّ آہنی تسخیر کرنی تھی

وہ اندیشہ جو تھا پیشِ نظر اہلِ فراست کے
کہ دشمن شیر ہو جائیں گے فوجِ حق کی رخصت سے

خدا کی شان اس اندیشۂ نازک نے رُخ بدلا
نشیبِ کفر میں جرأت کا پانی ہو گیا گدلا

یہ سمجھا بزدلوں نے ہو نہ ہو کچھ بات ہے اس میں
مسلمانوں کی کوئی چال کوئی گھات ہے اس میں

اگر اِس ایک لشکر پر تحفّظ منحصر ہوتا
تو ہرگز بے محابا یوں نہ یہ بھیجا گیا ہوتا

یقیناً کوئی قوت اور بھی محفوظ رکھی ہے　　　سیاست پیش بینی مصلحت ملحوظ رکھی ہے

بہت چالاک ہیں اسلام کے معصوم شیدائی
ثباتِ کوہ کی مانند ہے ان کی شکیبائی

حقیقت یہ ہے بے سامان تھے ایمان کے بندے　　　نہ جاہ و مال کے بندے نہ عز و شان کے بندے

نہ بے حد لاؤ لشکر تھا نہ بے انداز تلواریں　　　نہ مکر و کینہ و شورش نہ ہنگامے نہ یلغاریں

فقط ایمان تھا۔ ایمان کی دولت پہ نازاں تھے
اسی اک شئی میں پنہاں ان کے سارے ساز و ساماں تھے

اسی کے بل پہ وہ جنگ آزما تھے فوجِ شیطاں سے　　　اسی کی شہ پہ وہ بےخوف تھے باطل کے طوفاں سے

یہی منبع تھا ان کے بے نہایت زورِ بازو کا　　　یہی پاسنگ تھا حق اور باطل کی ترازو کا

یہی کس بل تھا ان کی شیر افگن پہلوانی کا
یہی مخزن تھا ان کے دشمنوں کے ضعفِ جانی کا

یہی پیشانیوں میں نور بنکر مسکراتا تھا
یہی میدان میں تلوار بنکر جگمگاتا تھا

اسی کی رو میں وہ علم و عمل ناؤ کھیتے تھے
فضائی خشمگیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیتے تھے

اسی کے پانچ سادہ حرف تھے کُل داستاں ان کی
(ا س ل ا م)

اسی کے گوہریں دھارے پہ تھی عمرِ رواں ان کی

ہوا یہ فائدہ باطل کے خوفِ بے حقیقت سے
کہ شیطاں کے پجاری رک گئے فوجی بغاوت سے

مگر شیطان پھر شیطان ہی خاموش کیوں رہتا
نئی چالوں نئے حربوں سے غفلت کوش کیوں رہتا

اُبھارا سرکشوں کو فتنہ پردازوں کو تھپکی دی
سُنہری خواب دکھلائے تسلّی دی تشفّی دی

اجمالی حالت
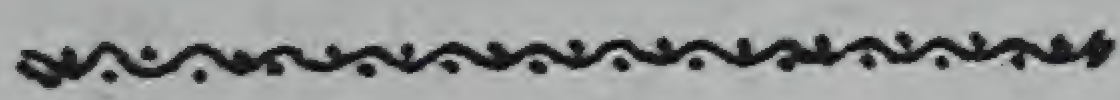
نہیں آسان اندازہ لگانا اُن فضاؤں کا
کہ جن میں دم گھُٹا جاتا تھا پاکیزہ ہواؤں کا

فضائیں جن میں شاہِ اولیں کو راج کرنا تھا
فضائیں جن میں دین اللہ کا پرچم اُبھرنا تھا

فضائیں جن میں ناموسِ وفا کی شرم رکھنی تھی
فضائیں جن میں نبضِ حق پرستی گرم رکھنی تھی

سیاست کے افق پر کس قدر گھنگور بادل تھے
فساد و شر پہ مائل کفر کے کتنے ہراول تھے

قدامت جنکے ایمانوں میں تھی ثابت قدم ٹھیرے
مگر شیطاں کی ذرّیات سی گنتی میں کم ٹھیرے

قبیلے جو ذرا تاخیر سے ایمان لائے تھے
جو مثلِ کاہ موجِ دینِ حق میں بہہ کے آئے تھے

ابھی تک استقامت اور گہرائی نہ تھی جن میں
پیامِ حق کی مستحکم پذیرائی نہ تھی جن میں

وہ سب برگشتہ خاطر ہو گئے دینِ الٰہی سے
وہ خود کو رنگ بیٹھے پھر جہالت کی سیاہی سے

بہت سے ان میں مرتد ہو گئے ایمان تج بیٹھے
وفاداری کے سارے عہد اور پیمان تج بیٹھے

بہت سے نام کے مومن رہے دل میں فتور آیا
ہوئے مائل ضلالت پر ہدایت سے نفور آیا

یمن اس شورشِ مذموم میں سب سے نمایاں تھا
یہاں ہر ہر قبیلہ راہِ ایماں سے گریزاں تھا

یہی حالت نمایاں تھی مضافاتِ مدینہ سے
چھلکتی تھی مئے برگشتگی روحوں کی مینا سے

بنی عامر میں عامر مدعی تھا بادشاہی کا
عرب بھر میں اسے غرّہ تھا اپنی کج کلاہی کا

بنی غطفان کہتے تھے ہمیں اب ہوش آیا ہے
ہماری عقل نے اب راستہ ہم کو دکھایا ہے

قریشی تھا جو پیغمبر اسے ہم کیوں نبی مانیں
یگانے چھوڑ کر کیوں مقتدا اغیار کو مانیں

نبی موجود ہے اپنے حلیفوں کے قبیلے میں
ہماری مغفرت ہو گی طلیحہ کے وسیلے میں

یہی بے مغز باتیں زینتِ لبہائے باطل تھیں
شرارت کیش عقلیں فتنہ پردازی پہ مائل تھیں

نہ تنہا مرد تھے عدوان و سرزوری پہ آمادہ
بچاری عورتیں بھی تھیں نبی بننے کی دلدادہ

نبوت کے دعاوی کوڑیوں کے مول جاری تھے
حریفوں کے دلوں پر بے تکے جذبات طاری تھے

قیامت آفریں ہنگامہ برپا ہو گیا ہر سو
سکون و امن آغوشِ فنا میں سو گیا ہر سو

مگر جو لوگ سینے میں دلِ بیدار رکھتے ہیں
خمارِ سرفروشی جرأتِ پیکار رکھتے ہیں

وہ کب ڈرتے ہیں ایسے قدغنوں سے شاخسانوں سے
وہ گھبراتے ہیں کب غارتگروں سے قہرمانوں سے

گرجتے ہیں وہ رعد و برق بن کر بد خصالوں پر جھپٹتے ہیں مثال شیر روباہوں شغالوں پر

تفنگ و نیزۂ و شمشیر کی پرواہ نہیں کرتے

ستیزہ گاہ میں دشمن کی کثرت سی نہیں ڈرتے
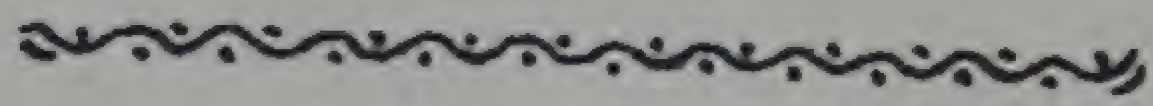
اِسلامی قاصدوں کی اِطّلاع

خبر دی قاصدوں نے آکے ایوانِ عدالت میں
کہ دشمن منہمک ہیں چار سو فکرِ بغاوت میں

ہوا دی جا رہی ہے شعلۂ مکر و دیانت کو
پکارا جا رہا ہے دورِ ماضی کی جہالت کو

ارادہ کر لیا ہے دشمنوں نے فتنہ و شر کا
اُٹھا ہے ولولہ پھر نیزہ و شمشیر و خنجر کا

خلیفۂ اوّل کا اطمینان

یہ باتیں بالیقیں تشویش پیدا کرنے والی تھیں
فساد و شر کا پس منظر ہویدا کرنے والی تھیں

مگر وہ کوہِ ایمان و یقیں وہ قوم کا سرور
وہ حلم و عزم کا مخزن وہ صبر و ضبط کا پیکر

نہ گھبرایا نہ عزم و ضبط کے ماتھے پہ بل آیا
سکوں آمیز لہجے میں یہ اطمینان فرمایا

ابھی کیا ہے ابھی تو ابتدا ہے اس فسانے کی
نئے صبح و مسا لانیکو ہے گردش زمانے کی

ابھی طرف و جوانب سے نئی خبریں جو آئیں گی
کہیں بڑھ چڑھ کے نقضِ امن کا پیغام لائیں گی

شیاطیں اپنی کرنی میں کسر کوئی نہ چھوڑیں گے
ستم کی ہاتھ سے خوابیدہ فتنوں کو جھنجوڑیں گے

مگر حق کے فداکاروں کا بھی اللہ والی ہے

اسی کی رحمت و امداد عزت رکھنے والی ہے

فتنے کی ابتدائی کیفیت

حقیقت یہ ہی بالکل ٹھیک تھا حضرت کا اندازہ
چڑھا تیزی سی روئے شیطنت پر مکر کا غازہ

قبائل ارتداد و کفر پر مائل ہوئے اکثر
مسلماں ان کے جبر و ظلم سے گھائل ہوئے اکثر

چلیں سوئے مدینہ فتنہ گر جمعیتیں ان کی
خروج و فسق میں ڈوبی ہوئی تھیں نیتیں ان کی

مناسب منزلوں پر شہر کے اطراف میں ٹھیرے
بہ فکرِ خاص شہر و دشت کے اعراف میں ٹھیرے

رُکے دامانِ ابرق میں عَبَس اور ثعلبہ مرہ
انھیں کی چند ہم نسلوں نے جا گھیرا ذوی القصہ

جنوبی رُخ پہ آدھمکے فزاری اور غطفانی
سُمیرا میں اسد والوں نے کی تشریف ارزانی

یہ منشا تھا کہ لیلیں وادیِ یثرب کو گھیرے میں
رہے دارالخلافہ دامِ شیطانی کے پھیرے میں

بہ ایں انداز جب یہ آ گئے فوجی قرینے میں
تو باہم مشورے سے ایلچی بھیجے مدینے میں

باغیوں کا مطالبہ

گذارش قاصدوں نے کی یہ ایوانِ عدالت سے
"کہ ہم باہر نہیں سرکارِ عالی کی اطاعت سے

خلافت کو امینِ ملک و ملت جانتے ہیں ہم
خلیفہ کو مجازِ حکمرانی مانتے ہیں ہم

ہمارے سر ابھی تک خم ہیں دینِ حق کی چوکھٹ پر
نظر میں ہے ہماری مذہبِ اسلام ہی بہتر

نہ چھوٹے گا مقدس دامنِ صوم و صلوٰۃ ہم سے
فقط اتنی رعایت دو نہ لی جائے زکوٰۃ ہم سے"

یہ سُن کر حضرتِ صدیق رضؓ نے اصحاب سے پوچھا
کہو اس بابِ نازک میں تمہارا مشورہ ہے کیا؟

کہا اصحاب نے اس وقت نرمی کی ضرورت ہے
گذارش مان لی جائے تقاضائے سیاست ہے

عمر فاروق رضؓ بھی حامی اسی طرزِ عمل کے تھے
انھوں نے بھی جواباً عرض کی صدیق اکبر رضؓ سے

زروئے عقل و حکمت نرم ہو جانا مناسب ہے
قلوبِ عام کی تالیف فرمانا مناسب ہے

خلیفۃ المسلمین کا جوشِ دین

امیر المومنیں یہ مشورہ سُن کر بھڑک اُٹھے
مثالِ برق جوشِ اندروں[1] چمکا کڑک اُٹھے

یہ فقرے مُنھ پہ آئے شانِ تمکین و جلالت میں
"عمر! تم تو بہت سر زور تھے عہدِ جہالت میں

یہ کیا اسلام لا کر اب ذلیل و خوار ہو بیٹھے!
گئیں جولانیاں ٹوٹی ہوئی تلوار ہو بیٹھے!

سنو! اے کاملانِ عقل اے اربابِ دانائی
تمہاری رائے میں نے ہم نوائے حق نہیں پائی

نبی کی ذات تک تھا سلسلہ وحیِ الٰہی کا
کبھی اب یہ مقدس سلسلہ قائم نہیں ہوگا

خدا کا دین اپنی آخری تکمیل کو پہونچا
جو مقصودِ جنابِ حق تھا اُس تشکیل کو پہونچا

---

[1] تاریخ کا ایک ایک لفظ شاہد ہے کہ صدیقِ اکبرؓ کی طبعی نرمی اس دورِ نازک میں حق کا گرزِ آہنی بن گئی تھی ۱۲-

توکیا اب چاہتے ہو تم کوئی شکلِ جدید اسکی ؟

نہ ہوگی میرے جیتے جی ذرا قطع و برید اسکی !

قسم اللہ کی میں لیکے چھوڑوں گا زکوٰۃ ان سے
نہیں تو ہوگی زیرِ سایۂ شمشیر بات ان سے

اقامت دینِ قیّم کی ہے فرضِ اوّلین میرا
شریعت میں کمی بیشی کروں منصب نہیں میرا

نہ چھوڑا جائے گا مولا کے حق کا ایک حبّا بھی
نہ بخشا جائے گا رسّی کا معمولی سا ٹکڑا بھی

اُٹھا کر فائدہ حالاتِ حاضر کی نزاکت سے
جو بچنا چاہتے ہیں دین کی کامل اطاعت سے

انھیں اعلانیہ کہدو کہ ایسا ہو نہیں سکتا
مرے جیتے وقارِ دینِ کامل کھو نہیں سکتا

فرائض میں نہیں ہے کوئی گنجائش رعایت کی
مکمل پیروی لازم ہے قانونِ شریعت کی

نہیں مانے تو شمشیر و سناں سے فیصلہ ہوگا

سرِ میدان تلواروں سے طے یہ مرحلہ ہوگا

فیصلہ کے بعد
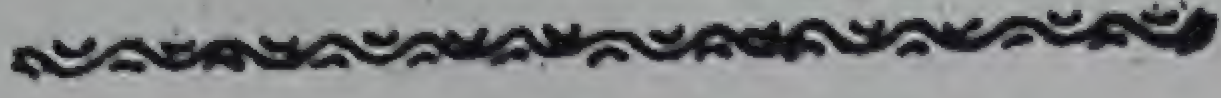
وہ مردِ باصفا جو تھا گدازو حلم کا پیکر
یہ اس کے محتشم فقرے یہ اس کے خشمگیں تیور

رفیقانِ مکرم کو ہوئی فی الجملہ حیرانی
کہاں آہستہ رُو دریا، کہاں پُر جوش طغیانی!

بہت مشہور تھی صدیق اکبرؓ کی رواداری
مروّت، رحم و رافت سیر چشمی نرم گفتاری

کسے امید تھی اس بے محابا گرم جوشی کی
توقع تھی فقط رحم و کرم کی چشم پوشی کی

مگر وہ رزم گاہِ حق و باطل میں اٹل نکلے
یمِ باطل کے آگے عزم و ہمت کا جبل نکلے

حضرت عمرؓ کا تامّل
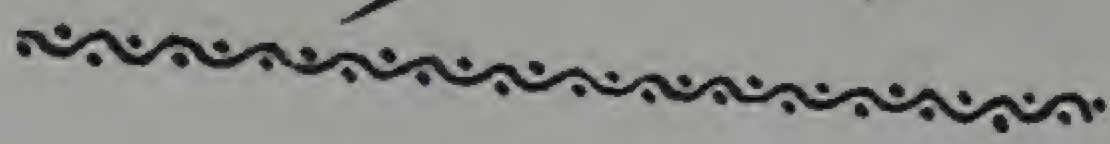
کہا حضرت عمرؓ نے اے امینِ صدق و دانائی
ابھی تک میری عقل و فہم نے تسکیں نہیں پائی

مقابل جن کے حضرت مائلِ شمشیر و پیکاں ہیں
وہ سب دینِ ہدےٰ کے ماننے والے مسلماں ہیں

وہ تلواریں کہ جنکا حق ہے شیطانوں پہ اُٹھیں گی
مسلمانوں کے ہاتھوں سے مسلمانوں پہ اُٹھیں گی

سُنا تو آپ نے بھی ہے یہ ارشادِ شہِ والاؐ
کہ جنّت بالیقیں حصّہ ہے کلمہ پڑھنے والوں کا

کرینگے جنگ کیونکر آپ کلمہ پڑھنے والوں سے
بہت ان میں صراطِ دین کے رہرو ہیں سالوں سے

جوابِ صدیقؓ

جبینِ حضرتِ صدیقؓ پر اِک نور سا چمکا
شرار و برق کی صورت جمالِ طور سا چمکا

کہا بیشک مجھے بھی یاد ہے فرمودۂ ہادیؐ
نہیں مجھکو بھی اُس سے بال بھر ہٹنے کی آزادی

مگر سُن لو حدیثِ پاک میں اِک شرط شامل ہے
وہی فی الاصل اس ارشادِ پیغمبرؐ کا حاصل ہے

فقط اُس کلمہ گو کے حق میں خوشخبری ہے جنّت کی
ادا جو کر دکھائے کلمۂ توحید کا حق بھی

فرائض پر عقیدہ کلمۂ توحید کا حق ہے
زبانِ کلمہ گو پر قلب کی تائید کا حق ہے

نہ ہو جبتک فرائض کی صداقت پر یقیں کامل
عبادت بے نتیجہ دعوۂ توحید لاحاصل

حضرت عمرؓ کی ہمنوائی

سُنا فاروقؓ نے سر جھک گیا فرطِ اطاعت سے
تسلّی ہو گئی نظارۂ نورِ ھدایت سے

نگاہِ شوق تھی ہر حال میں انصاف کی جویا
سکونِ قلب پا کر دل ہی دل میں یوں ہوئے گویا

"خدا رکھے نبیؐ کے جانشیں کی حق پرستی کو
مئے حق کے نشّے کو بادۂ ایماں کی مستی کو

یہ تیور ہیں جہادِ فی سبیل اللہ کا زینہ
کشادہ کر دیا اللہ نے صدّیقؓ کا سینہ"

بنیادی اُصول

جنہیں کچھ ربط ہے ایمان کی گہری بصیرت سے
وہ درسِ آگہی لیں اسوۂ صدیق اکبرؓ سے

بلا شک درگذر، نرمی، رواداری بڑی شے ہے
ترحّم، سیر چشمی، نرم گفتاری بڑی شے ہے

مگر جب مرحلہ درپیش ہو ناموسِ ملت کا
وقارِ دین کا، آئینِ اسلامی کی حرمت کا

سیاسی مصلحت جب حُکمِ قرآنی سے ٹکرائے
اندھیرا کفر کا جب نورِ ایمانی سے ٹکرائے

ہلائے جائیں جب اسلام کی بنیاد کے پتّھر
چلایا جائے جب روحِ یقیں کے حلق پر خنجر

تو بے چون وچرا باطل سے ٹکرانا ہی لازم ہے
نتیجہ کچھ بھی ہو میدان میں جانا ہی لازم ہے

فتنے کا آغاز

جواب صاف سُن کر حضرتِ صدیق اکبرؓ کا
بہت اونچا گیا پارہ مزاجِ فتنہ و شر کا

بیاں کی قاصدوں نے جاکے حالت اہلِ ایماں کی
ضعیفی خستہ حالی اور کمزوری نمایاں کی

کہا " ناطاقتی سے حال پتلا ہے حکومت کا
نہیں قوت برائے نام ڈھانچہ ہے خلافت کا

جواں جتنے تھے ہمراہِ اُسامہؓ جاچکے سارے
مدینے میں نظر آتے ہیں ویرانی کے نظارے

نہ فوجیں ہیں نہ حملہ روکنے کی کوئی تیاری
حقیقت میں یہی ہے خاصی قوت ضربتِ کاری

حضرتِ صدیقؓ کی پیش بندی
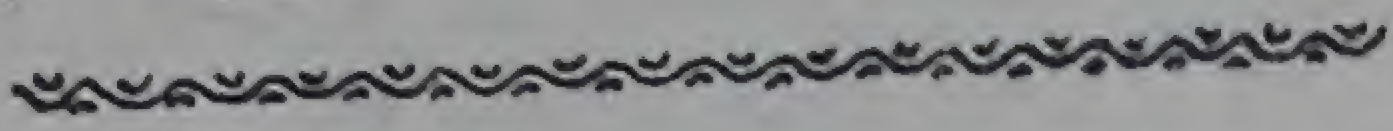
اِدھر صدیقؓ بھی غافل نہ تھے فوجی قرینوں سے
نبٹنا جانتے تھے کم نہادوں سے لعینوں سے

شریروں سے مدینے کی حفاظت امرِ لازم تھی
سیاسی جُز رسی فوجی فراست امرِ لازم تھی

روانہ کردیئے ناکوں پہ کچھ مردانِ سر کردہ
مبادا ہو نہ جائے حملۂ اشرار در پردہ

کیا پھر جمع اہلِ شہر کو تقریر فرمائی
کہ "اے اللہ والو! آزمائش کی گھڑی آئی

نہ جانے کب ستیزِ و جنگ کا آغاز ہو جائے
نہ جانے کب درِ ظلم و لغاوت باز ہو جائے

عرب میں ارتداد و کفر کے طوفان پھیلے ہیں
ضلالت کی اشاعت کیلئے شیطان پھیلے ہیں

جواب صاف دیکر ایلچی جو ہم نے لوٹائے
وہ کب مانیں گے بی فتنے اٹھائے آگ بھڑکائے

تمہارا حال دیکھا ہے انھوں نے اپنی آنکھوں سے
سُنائیں گے وہ افسانے تمہارے ضعف و قلت کے

بہت نزدیک ہیں دشمن چڑھائی کے ارادے ہیں
بزعمِ خود ہری تیغ آزمائی کے ارادے ہیں

انھیں موقع ملا ہے اپنی کثرت پر اکڑنے کا
کسی بھی وقت کر سکتے ہیں وہ اقدام لڑنے کا

رہو تم جمع اپنے اسلحہ کے ساتھ مسجد میں

اٹھاؤ فتح کی خاطر دعا کو ہاتھ مسجد میں

سُنا حکمِ خلیفہ سب ہوئے تعمیل پر مائل
نہ تھے یہ بندگی کے باب میں تاخیر کے قائل

صداقت ان کا موقف تھا شجاعت ان کی فطرت تھی
بلا خوف و خطر حق کی اطاعت ان کی فطرت تھی

سمجھتے تھے کہ میرِ کارواں کا حکم ناطق ہے

جو جی چھوڑے وہ بزدل ہے جو منھ موڑے وہ فاسق ہے

دشمنوں کا اقدام

بمشکل تین دن گذرے تھے اس مشکوک حالت پر
پڑی چوبِ عمل نقارۂ جنگ و بغاوت پر

ربابِ شیطنت کے نغمہ خوانوں نے پرے باندھے
فسادی نوجوانوں پہلوانوں نے پرے باندھے

بڑھے سوئے مدینہ نیزہ و تیغ و تبر تانے
ضعیفوں کا لہو پینے شریفوں پر ستم ڈھانے

یقیں یہ تھا کہ بس جاتے ہی بازی جیت جائیں گے
چراغِ فتح محرابِ خلافت پر جلائیں گے

خلیفہ اور تھوڑے سے مسلماں چیز ہی کیا ہیں
برے آثار ان کی عام حالت سے ہویدا ہیں

لپکتے دندناتے کودتے ناکوں پہ جا پہنچے
مگن اپنے خیالوں میں بہ امید و رجا پہنچے

یہاں پہلے ہی تھی "مردانِ سر کردہ" کی نگرانی
جہاندیدہ کھلی آنکھیں تھیں مصروفِ نگہبانی

نگاہِ منتظر کو جب یہ نظّارہ نظر آیا ہر اِک دستِ مجاہد دستۂ تلوار پر آیا

چلے کچھ تیز رَو صدیقِ اکبرؓ کو خبر دینے

بقیہ رہ گئے میدان میں دادِ ہنر دینے

حملہ

رُکاوٹ راہ میں جب چشمِ باطل کو نظر آئی ہوس کی سطح پر تصویرِ خونریزی اُبھر آئی

بہ عزمِ قتل و غارت کھینچ لیں ہاتھوں میں تلواریں وہ تلواریں کہ جانفرسا تھیں جنکی آتشیں دھاریں

بہت جلدی تھی خوش فہموں کو سدِّ راہ ڈھانیکی بلا تاخیر ایوانِ ظفر میں بار پانے کی

نہ دینا چاہتے تھے مہلتِ تنظیم و تیاری

ہوس کی فطرتِ مضطر یہ تھی ایک ایک پل بھاری

مسلمانوں کی مقاومت

مگر سیسے کی اک دیوار تھے اللہ کے غازی
مقدر ہو چکی تھی ان کے حصہ میں سرافرازی

بہت نبٹے ہوئے تھے ایسے ایسے تیز گاموں سے
انھوں نے بھی نکالیں اپنی تلواریں نیاموں سے

بشانِ تمکنت بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا
جواں مردوں کو سرداروں کو سینے تان کر ٹوکا

فضائے پُرسکوں میں جاگ اُٹھیں تیغوں کی جھنکاریں
گلے ملنے لگیں بڑھ بڑھ کے تلواروں سے تلواریں

خلیفۃ المسلمین کی آمد

جنابِ حضرتِ صدیقؓ بھی اتنے میں آپہنچے
جمعیت ساتھ لے کر دوستوں کی برق پا پہنچے

پہنچنا تھا کہ چھکّے چھوٹ گئے شیطان زادوں کے
زمیں چھونے لگے اُبھرے ہوئے پرچم ارادوں کے

نبیؐ کے جانشینِ خاص کی سطوت کا کیا کہنا
شکوہ و رعب و داب و عظمت و ہیبت کا کیا کہنا

جہاں پہنچا وہیں بادل سا اِک چھٹتا نظر آیا
گریبانِ لباسِ شیطنت پھٹتا نظر آیا

بلا کی قہر سامانی تھی اس کے زورِ بازو میں
تُلی تھی اس کی ہر ضربت مشیت کی ترازو میں

خدا کا فضل، تائیدِ پیمبر ساتھ تھی اس کے
مقدس آبروئے دین و ملت ہاتھ تھی اس کے

شریکِ کار تھے جو اور شمعِ حق کے پروانے
خدا کی راہ میں تھے وہ بھی مر مٹنے کے دیوانے

جو مر مٹنے کی دیوانے ہوں کس سے ہار مانیں گے
وہ ہر افتاد کو ہر ابتلا کو کھیل جانیں گے

جو مر مٹنے کا جذبہ لیکے میداں میں اُترتے ہیں
وہ مغروروں کی اونچی گردنوں کو زیر کرتے ہیں

ہر اک ان میں کا پیشِ تیغِ باطل سنگ و آہن تھا
یقین و عزم کی پالی ہوئی گھاتوں کا مخزن تھا

اُٹھی جو تیغ ڈھالیں اور بکتر کاٹ کر آئی لعینوں کا لہو پی کر کلیجے چاٹ کر آئی

ہوا ہنگامہ برپا شور فریاد و فغاں اٹھا

سمائے زندگی پر خون کا ابرِ رواں اٹھا

باطل پر خوف کا غلبہ

بھروسہ گو کہ تھا اہلِ دغا کو ساز و ساماں پر مسلمانوں کی قلت اپنی تعدادِ فراواں پر

ظفر یابی کی امیدِ مکمل لیکے آئے تھے نشاط انگیز ارمانوں کی ہلچل لیکے آئے تھے

میسر تھے مناسب اسلحہ بھی، زور و قوت بھی

معاون تھا پرانا کینہ و بغض و عداوت بھی

مگر جب شیر دل اللہ والے سامنے آئے قلوبِ سرکشاں ایمان کی سطوت سے تھرائے

اُبھرتے ولولے دبنے لگے ناپاک سینوں میں
چمک کم ہوگئی ارمان و حسرت کے نگینوں میں

بہت کچھ داؤ کھیلے تیر پھینکے تیغ رانی کی
دہان قوت و تدبیر سے آتش فشانی کی

سمٹ کر پھیل کر پلّے کئے نیزوں کو چمکایا
ہُنر کو آزمایا بازوؤں کا زور دکھلایا

اُبھارا ساتھیوں کو تیز دستی، سخت کوشی پر
جمے تا حدِ امکاں جاں نثاری سرفروشی پر

مگر کچھ بھی نہ کام آئی نہ قہّاری نہ سفّاکی
نہ زعمِ قوتِ بازو نہ دامِ مکر و چالاکی

مسلمانوں کی تلواروں نے کس بل کر دیئے ڈھیلے
طبیعت ہوگئی چو رنگ چہرے پڑ گئے پیلے

ہُوا دنداں شکن پہلا ہی حملہ حق پرستوں کا
اثر سے جس کی لشکر کانپ اُٹّھا چیرہ دستوں کا

مسلمانوں کی تیغیں تھیں کہ موجیں برقِ خاطف کی
ہر اک ضرب سے اُٹھتی تھیں صدا آئیں المضاعف کی

جلالِ سرفروشی، سطوتِ رفتار سے پیدا
شکوہِ استقامت عظمتِ کردار سے پیدا

نگاہیں عزم کا مظہر ادائیں خوف کا مدفن
جبین و رُخ صفائے قلب کی تنویر سے روشن

کمالِ جذبِ کامل، قوتِ ایمان کیا کہنا!
خدا کی ذات سے امداد کا ایقان کیا کہنا!

قدومِ محتشم آئینہ مستحکم ارادوں کا
دھمک سے جن کی زہرہ آب سرکش، کم سواروں کا

شریروں کے عزائم پر اداسی ہوگئی طاری
اُداسی سیکڑوں بیماریوں کی ایک بیماری

فرار اور تعاقب

کہاں تھا شہر کی گلیوں میں گھس کر عزمِ قزاقی
کہاں میداں میں رُکنے کی بھی اب ہمت نہ تھی باقی

کیا احساسِ ناکامی ہوئے مجبورِ پسپائی
شرابِ کفر کی مستی نہ آنی تھی نہ راس آئی

جدھر سے آئے تھے بزدل اسی جانب پلٹ بھاگے
فدا کارانِ شہرِ مصطفٰے کی زد سے ہٹ بھاگے

نگران کے تعاقب میں گئے اللہ والے بھی
کہ پیاسی تھیں ابھی خونخوار شمشیریں بھی بھالے بھی

رگیدا دور تک، ہر گام دو بھر کر دیا ان کا

مقام ذی حسی تک متّصل پیچھا کیا ان کا

نئی چال

یہاں کچھ فوج پہلے سے پڑی تھی کفر زادوں کی
مدد کرنے کو اپنے ہم خیالوں ہم ارادوں کی

نئی اِک چالبازی سکو سکھلائی تھی شیطاں نے
ابو الآبارِ کید و مکر نے فتّینِ دوراں نے

ہوا یہ تھا کہ رکھے تھے بہت سے چرم کے کُپّے[۱۵]
زمانِ حال کے فٹ بال کی صورت ہوا بھر کے

یہ منشا تھا کہ جب اللہ والے سامنے آئیں
تو ان کُپّوں سے ان کے لشکری اونٹوں کو بھڑکائیں

بہ طرزِ خاص ہر کُپّے میں رسّی باندھ رکھی تھی
کہ ہو موقع بہ موقع اپنے بس میں واپسی ان کی

[۱۵] تاریخوں میں کہیں مشکیزی کا لفظ بھی ہے لیکن کُپّے کا لفظ مجھے اس شکل سے زیادہ قریب نظر آیا جو باغیوں کے اس ہتھیار کی ہوگی ۱۲-

مسلمانوں کا لشکر جب تعاقب میں یہاں پہنچا
قوی ہاتھوں میں تھے تیغ ہائے بے اماں پہنچا

تو کافر اپنے منصوبے کو تا سطحِ عمل لائے

یہ چرمی بم کے گولے ٹھوکروں کی زد سے لڑھکائے

اونٹوں کی وحشت

یہ گولے واقعی اونٹوں کے حق میں فتنہ ساماں تھے
حقیقت میں کھلونے تھے مگر آفت بداماں تھے

مثالِ ماہیِ بسمل ادھر اچھلے ادھر تڑپے
کبھی اونٹوں کے پیروں میں کبھی سر پے کبھی دھڑ پے

یہ گدا کھا کے وہ پہنچے وہ ٹپہ کھا کے یہ آئے
مسلسل جیسے دیوانوں کی ٹولی رقص فرمائے

بچارے اونٹ کیونکر مشتعل ہوتے نہ وحشت سے
وہ کب واقف تھے ان بے روح گولوں کی حقیقت سے

پریشاں ہو کے بھڑ کے پاؤں جھٹکے بلبلا اٹھے
تقاضا تھا یہی حیوانیت کا بوکھلا اٹھے

چلائے پاؤں تو کیپوں نے گدے اور بھی کھائے

نئے کچھ پینترے معصوم حیوانوں کو دکھلائے

نہیں ممکن تھا اب قابو میں رہنا بے زبانوں کا
سوئے دار الخلافہ مُڑ گیا رُخ کامرانوں کا

سواروں نے بہت روکا مگر مرکب نہیں مانے
طلسمِ بے حقیقت کی حقیقت کو نہ پہچانے

شتربانوں کے حکم استقامت سی بغاوت کی
جُنوں کی رَو میں بہہ نکلے اطاعت سی بغاوت کی

بھڑکتے بلبلاتے چیختے میدان سے بھاگے
بہت وحشت بہت شورش بہت ہیجان سی بھاگے

نہ ٹھیرے راستے میں دم لیا آ کر مدینے میں

سواری اور مرکب غرق تھے دونوں پسینے میں

دشمن کی مسرّت
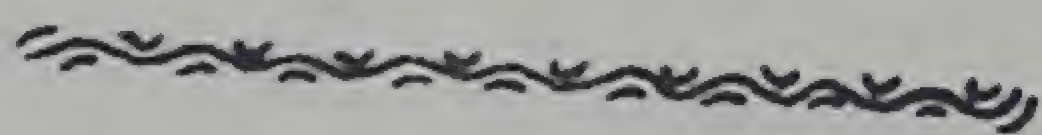
یہ پسپائی یہ وقتی ہار، یہ افتادِ ہنگامی
یہ شیطانوں کی شیطانی سے اہلِ حق کی ناکامی

بنی کوتاہ فہموں کے لئے مژدہ مسرت کا
وہ یہ سمجھے کہ اب ہنگام آیا فتح و نصرت کا

وہ یہ سمجھے مسلمانوں پہ ہیبت ہو گئی طاری
نہیں اب جھیل پائینگے ہماری ضربِ کاری

ہوئیں آپس میں باتیں جیت اپنی لازمی ہو گی
بہ آسانی یقینی طور پر، سو فی صدی ہو گی

مسلمانوں کا خالی طنطنہ کیا کام آئے گا
سرِ میدان خالی جوشِ ایماں کیا بنائے گا

ہماری اِک ذرا سی چال نے پسپا کیا ان کو
حواس و ہوش پرّاں کر دیئے گھبرا دیا ان کو

وہ اب بےخوف ہو کر سامنے آنے نہ پائیں گے
ذرا سی دیر کے غلبے پہ اترانے نہ پائیں گے

یہ زرّیں وقت ہے انکو شکستِ فاش دینے کا
عمل سے عزم سے جدّ و جہد سے کام لینے کا

یہ باتیں دیر تک ہوتی رہیں ہنستے رہے دشمن
حسیں خوش فہمیوں کے جال میں پھنستے رہے دشمن

بہت کچھ تجربہ تھا گو کہ اسلامی دلیروں کا
فسانہ جانتے تھے بیشۂ وحدت کے شیروں کا

ابھی بھولے نہ تھے بدر و اُحد کی داستانوں کو
نرالے سرفروشوں کو انوکھے تیغ رانوں کو

ابھی تھا ثبت نقشِ قوتِ ایمان سینوں پر
ابھی طاری تھا خوفِ بازوئے مسلم کمینوں پر

مگر جذباتِ حرص و آز کی تلبیس کیا کہیے
فسادِ خود فریبی فتنۂ ابلیس کیا کہیے

دماغ و دل کو لے ڈوبا خُمارِ جہل و گمراہی
وہی لعنت ہوئی مرغوب جو شیطان نے چاہی
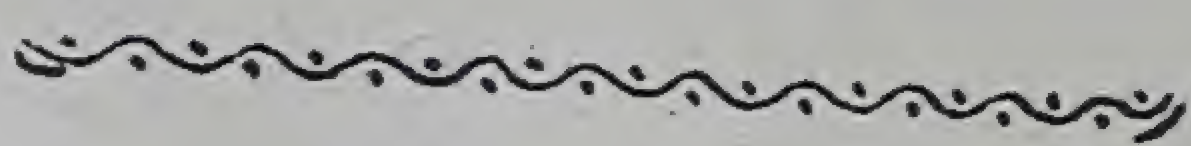
فوج میں اضافہ

ذوی القصہ میں بھی کچھ فوج پہلے سے فروکش تھی
شریروں باغیوں فتنہ گروں ایماں فروشوں کی

انھیں بھی ذی حسی والوں نے بڑھ آنیکی دعوت دی
مسرت خیز لفظوں میں نوید فتح و نصرت دی

ذوی القصہ نہ تھا کچھ دور یہ فوراً ہی آپہونچے
سمیٹا ساز و ساماں نیزہ و خنجر اُٹھا پہونچے

سُنائی ذی حسی والوں نے ان کو داستاں اپنی
بہ ایں طرز سفیہانہ کہ ہو عظمت عیاں اپنی

کہا— "ہم نے اُٹھایا تھا ابھی پہلا قدم آگے
کہ بیچارے مسلماں بے طرح میدان سے بھاگے

نہ کاٹا جا سکا ان سے ہماری چال کا افسوں
نرے چرمی کھلونے بن گئی جنجال کا افسوں

بھگوڑے اسطرح بھاگے ہیں بے اوسان ہو ہو کر
گرے ہونگے بہت سے راہ میں بے جان ہو ہو کر

ہمارا متحد حملہ نہ روکا جائے گا ان سے — ہمیں اپنے ارادوں میں ٹوکا جائیگا ان سے

ہمارے جیتنے کی صورتِ حالات قائم ہے

ہمارے واسطے امید کی سوغات قائم ہے

یہ جاہل جس طرح مسرور تھے اپنی جہالت پر — اسی صورت سے قسمت ہنس رہی تھی انکی حالت پر

مسلماں جیسے بھاگے تھے حقیقت اسکی ظاہر ہے — خرد اُسکو ہزیمت کا لقب دینے سے قاصر ہے

فقط یہ آزمائش تھی ثبات و استقامت کی — مشیت نے ذرا سی جانچ کی تھی اہلِ ہمت کی

خدا کا شکر وہ اس آزمائش میں کھرے نکلے — بہ فیضِ نیرِّ ایمان تابش میں کھرے نکلے

نہ گذرا واہمہ تک نا امیدی ناصبوری کا — تہوّر جوں کا توں قائم رہا ہر قلب نوری کا

اگر دشمن کا دھوکا کھا گئے نادان چوپائے — تو صبر و شکر کے پالے ہوئے انساں نہ گھبرائے

ے اس تاریخی صداقت پر مسلمانوں کا اگلا قدم گواہ ہے ۱۲

بھلا لَا تَقنَطُوا کے دائرے میں یاس کیا آتی

کہاں محکم پہاڑوں کی صلابت موم ہو جاتی

مسلمانوں کا فوری اقدام

امیرِ ملک و ملّت نے پہنچتے ہی مدینے میں
کیا بکھرے ہوئے افراد کو پھر سے قرینے میں

تھکن کا اقتضا یہ تھا ذرا کچھ دیر سستا لیں
ابھی لڑ بھڑ کے واپس آئے ہیں آرام فرما لیں

مگر تھا فرض کا احساس ہر احساس پر غالب
مجاہد راہِ مولا ہیں کہاں آرام کے طالب

نہ کی تاخیر پل بھر کی نئی ترتیبِ لشکر میں
منظّم کی وفادارانِ حق کی فوج دم بھر میں

کہا ــ ہم آج ہی جائینگے دشمن سے نبٹنے کو
فسادی سرغنوں کی فوجِ پرفن سے نبٹنے کو

ادائے فرض میں تعجیل کرنا امرِ لازم ہے
خدا کے حکم کی تعمیل کرنا امرِ لازم ہے

نتیجہ کچھ بھی ہو اپنی سعی کوشش کام ہے اپنا
ادائے فرض کی بنیاد پہ اقدام ہے اپنا

دیا حکمِ سفر خود بھی چلے ہمراہ لشکر کے
خدائے پاک کی حمد و ثنا وردِ زباں کر کے

رنگِ حقیقت

ہزاروں آفریں اُس مردِ مومن کی شجاعت پر
لگا دی جس نے جسم و جان کی بازی خلافت پر

خلافت وہ گرانمایہ امانت ربِّ اکبر کی
شرف جس کا مسلّم تھا وساطت سے پیمبر کی

وہی صدیق شہرت یاب تھے جو نرم کوشی ہیں
وہی اب سر بسر عزم و عمل تھے گرم جوشی ہیں

نگاہوں سے ہویدا تھی قوی جذبوں کی گہرائی
جبیں پر جلوہ فرما تھی جواں ہمت کی برنائی

دھمک رفتار میں تھی سطوت و جوش و عزیمت کی
ضیا گفتار میں تھی نیّرِ عزم و شجاعت کی

یقیں کا نور ہر انداز و جنبش سے نمایاں تھا
چراغِ عشق طاقِ عقل و دانش میں فروزاں تھا

یہ سب کچھ فیض تھا اِک نسبتِ خاصِ پیمبرؐ کا

یہ عکسِ دلنشیں تھا ایک عالم تاب نیّر کا

روانگی

فضائیں پُر سکوں تھیں رات کا ہنگام طاری تھا
ضمیرِ آب و گل پر عالمِ الہام طاری تھا

مسلماں خامشی سے تیز تر بڑھتے گئے آگے
اندھیرے کی قبائیں چیر کر بڑھتے گئے آگے

مغفّل دشمنوں کے سر پہ راتوں رات جا پہنچے
برنگِ سیلِ طوفاں صورتِ قہر و بلا پہنچے

مزے سے دامنِ راحت پہ محوِ خواب تھے کافر

رسیلی نیند کی لذّت سی بہرہ یاب تھے کافر

اچانک حملہ

مسلمانوں کی تلواروں نے چہرے دیکھے چونکایا
پیامِ مرگ کی ترشی سے بے ہوشوں کو ہوش آیا

جو ہوش آیا تو رنگت ہی دگر تھی اپنی محفل کی
کشیدہ تھی فضا میں ہر طرف شمشیر قاتل کی

تہلکہ پڑ گیا، بھگدڑ مچی اوسان کھو بیٹھے
سراپا اضطراب و حیرت و خفقان ہو بیٹھے

کوئی چیخا کہ دوڑو موت کا پیغام آ پہنچا
بُرے انجام پر لعنت بُرا انجام آ پہنچا

کوئی کہنے لگا افسوس کیا سوچا تھا کیا نکلا
جسے کمزور سمجھے تھے بڑا باحوصلہ نکلا

کوئی سامانِ حرب و ضرب لینے کے لئے دوڑا
مگر اُس کو کسی کی تیغ نے زندہ نہیں چھوڑا

یونہی چشم زدن میں خوب دشمن کو زیاں پہنچا
بہت کٹ مر گئے بہتوں کو زخم خوں چکاں پہنچا

سنبھالا

مآلِ کار سنبھلے تا بہ امکاں ہوش میں آئے
اُٹھائے اسلحہ ڈھالیں سنبھالیں جوش میں آئے

بڑھائیں ہمتیں اِک دوسرے کی چُست فقروں سے
تپایا منجمد جذبوں کو گرما گرم لفظوں سے

کہا۔ اے ساتھیو! ہمت کرو اوسان مت ہارو
بہت کمزور ہیں دشمن جواں مردی سے للکارو

بہ چوری سے جو راتوں رات چڑھ آئے تو کیا غم ہے
ہمارا جیتنا اب اور بھی امرِ مسلّم ہے

انھیں گھیرے میں لے لو روند ڈالو سر قلم کر دو
نہ بچنے پائے کوئی راہیِ ملکِ عدم کر دو

ہدف خود آگیا ہے کھنچ کے پائے صید افگن پر
اجل اسکی اسے بہکا کے لے آئی ہے مدفن پر

اگر یہ کھیت آجائے تو بیڑا پار ہو اپنا
نصیبہ اس کے خوابِ مرگ سے بیدار ہو اپنا

کسی حد تک سنبھالا بن گئی یہ گرم گفتاری
ذرا چمکی خیالِ فتح کی بے سوز چنگاری

امیدیں مسکرائیں حوصلوں میں زندگی آئی
سراسیمہ دلوں نے جرأت و آمادگی پائی

اٹھائے اسلحہ ڈھالیں سنبھالیں دوبدو آئے
اندھیرے میں اُڑی چنگاریاں ہتھیار ٹکرائے

ہُوا تبدیل شب خوں، جنگِ مغلوبہ کی صورت میں

نیا اک جوش پیدا ہو گیا باطل کی قوت میں

شکستِ باطل

مگر یہ جوش مصنوعی تھا گیرائی نہ تھی اسمیں
ثبات و استقامت کی پذیرائی نہ تھی اسمیں

مسلمانوں کی تیغوں نے دکھائی جب فسوں کاری
ہوا تیزی سے فرمانِ قضا اشرار میں جاری

خدا والوں کی مہلک ضربتوں سے کٹ گئیں ڈھالیں
ہوائے مرگ نے وہ زور باندھا چھٹ گئیں ڈھالیں

بھڑک کر ہو گئی گُل شمع باطل کے شبستاں کی
بہت پا در ہوا ثابت ہوئی تحریک شیطاں کی

شکستِ فاش کھا کر باغیانِ تنگدل بھاگے
سحر ہونے سے پہلے ہی پشیمان و خجل بھاگے

طلوعِ صبح نے صورت نہ دیکھی اس لڑائی کی
سحر نے فتحِ اہل اللہ کی پرچم کُشائی کی
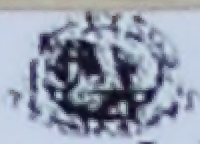
اگر آپ چاہتے ہیں کہ منظوم تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ آگے بڑھے اور دوسرا حصہ جلد از جلد آپ کے ہاتھوں میں پہنچے تو اپنے حلقہ تعلق میں جِلد اوّل کی خریداری کو وسعت دیجئے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ مانگ ہی ناشر اور مصنف کا ہاتھ بٹا سکتی ہے۔

خاکسار منیجر مکتبہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

(محبوب المطابع برقی پریس دہلی)